



# ترتیب

۱	مقدمہ
۲۹	حیاتِ داغ - بیک نظر
۳۰	تلامذہ داغ
۳۱	انتخابِ گلزارِ داغ
۱۵۵	انتخابِ آفتابِ داغ
۲۰۱	انتخابِ بہارِ داغ
۲۲۷	انتخابِ یادگارِ داغ
۳۶۳	ماخذ

## مقدمہ

یہ انیسویں صدی کا درمیانی زمانہ ہے۔ سرزمینِ دہلی پر صدیوں سے چلی ہوئی بہادر سلطنت منسلک ہو رہی ہے۔ خانوادہٴ تیمور و بابر کا جاہ و جلال ختم ہو رہا ہے۔ اقتدار و عروجِ اربعہٴ اہلِ عرب و روم ہو رہا ہے۔ لیکن ہرزمِ شہری چند لوبی چراغوں سے ہنوز جگمگا رہی ہے۔ ان کی شہائیں اہلِ اردو کے ویرانہٴ دل میں عرفان و آگہی کے اہلے پھیلا رہی ہیں۔

ان چند چراغوں میں خاقانی ہندو شیخِ ہر ایمِ ذوق ہیں جو زبان کی حنفی ستھرائی میں سگر و گل دکھائی دیتے ہیں۔ نجم الدولہ و سیر الملک مرزا اسد اللہ خاں غائب ہیں کہ بدلت طرازی و مضمونِ آفرینی سے دنیا سے شاعری کو جند و بالاکر رہے ہیں۔ حکیم موسیٰ خان موتی ہیں جو معاملاتِ حسن و عشق کو نہایت توشہ و پروا دینا ان میں پیش کر کے تعزیر کی شان بڑھا رہے ہیں۔ نواب مصطفیٰ خاں شیعہ تھے کہ انقلابی تو صوفیانہ کلام سے دلی شعروشن کو الٹا مال ہی کر رہے ہیں اور اپنے نقد و نظر کے زادیوں سے منکر و خیال کی سیتیں بھی ملے کر رہے ہیں اور چہرہٴ آخری ذراں روئے تھے چند مرزا ابوالکفر بہادر شاہ تھے کہ مشکلِ بحر و اور سخت و دلیف و قلابیہ میں بھی سلاست و بیان و فصاحتِ زبان کے جوہر دکھا رہے ہیں اور محضوتیِ دل کی بھی پاکستان بنا رہے ہیں۔ عرضِ آسکانِ ادب کے یہ وہ آفتاب و مہتاب ہیں کہ جن کی خیمہٴ پاشیوں نے ہرزمِ سخن کو اہالِ دیار سے اور یہی سبب ہے کہ یہ زمانہ جو باوجودیکہ سیاسی شکست و نیست کا ہے قومی زوال و ادبِ رکاوٹ ہے اور معاشی ابہتری و انحطاط کا ہے۔ اور اپنی کوتاہی سے استحکام و عروج کا مہم بھی ہے۔ سرسراہی و سر بلندی کا دور بھی ہے اور غفلت و شکوہ کا عرصہ بھی ہے۔

ان ہی آفتاب و مہتاب کے جلو میں ایک نغمہٴ ستارہ بھی ابھرتا دکھائی دے رہا ہے جس کی پہلی کرن ہی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ انہی قد آور و مقرر ادبی شخصیتوں کے درمیان سولہ سال کے ایک نوجوان شاعر کی ایسی انوکھی آواز بھی گونج اٹھتی ہے کہ سننے والوں کے کان کو کڑے ہو جاتے ہیں۔ سبھی اس کے لیے کی تپش اس کے تیرے کیچھے پی اور اس کے کلام کی بے ساختگی کو دیکھ کر چونک اٹھتے ہیں۔ اس نوادہٴ ہرزمِ سخنوں کے اشار میں کہ یہ سے غضب کی گڑی ہے کہ دلوں کے پنج بستہٴ قوس



سخنِ سنجی میں بٹے ہی پر گوشِ مرہی اور غزل کی روایت کے طبردار بھی آدابِ اساتذہ وقت اپنا کلام سنایاتے ہیں تو اس نوجوان کو بھی بادشاہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ ہونہار شاعر نہایت ہی لطافت سے طری غزل پڑھتا ہے اور جب یہ شعر سامعین کے گوش گزار کرتا ہے۔

ہوتے مغرور وہ جب آہ میری ہے اثر دیکھی

کسی کا اس طرح یا رب نہ دنیا میں جسم نہ نکلے

تو تمام اہلِ بادِ مجوم مجوم اٹھتے ہیں حتیٰ گوشہ نظیر بھی۔ کچھ بغیر نہیں رہتے کہ کیا اچھی طبیعت پاتی ہے۔ اور پھر اس نو نغیز کی حوصلہ افزائی کی خاطر اسے اپنے پاس بلاتے ہیں اور اس کی پریشانی چوم لیتے ہیں۔

مرزا غالب ضعیف ہر پکے میں گوشہ نشین اختیار کر لی ہے۔ گھر ہی میں بیٹھے شطرنج کھیل رہے ہیں۔ حاضرینِ مجلس میں سے کوئی مذکورہ نوجوان کا یہ شعر پڑھنے لگتا ہے۔

○ دیش روکش کے آگے شمع رک کر وہ یہ کہتے ہیں

تو حرجا آتا ہے دیکھیں یا ابرہہ پروا نہ آتا ہے

کھیل کے شائق و سبیا غالب شطرنج کی بازی چھوڑ دیتے ہیں۔ ان پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بار بار شعر پڑھتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ

فضائے دہلی میں بھرنے والی یہ شعلہ بار آواز ابراہیم نامی ایک شاعر کی تھی جو دینے شروع کر دیا میں قبل ہندوستان نصیح الملک نواب مرزا خاں و آج کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔

قسمت کی ختم نظر لینی دیکھیے کہ انیسویں صدی کے وسط میں جس ابھرتے ہوئے ہونہار شاعر کی حوصلہ افزائی غالب دہلی میں شہسخت و صہبائی اور آرزوہ و نظیر جیسے سخن سنج و سخن فہم نے کی ہو اور جس کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم رہا ہو کہ اس کا پہلا دیوان ”گلزارِ آفتاب“ مسلسل بیس ہزار بار اور چند ہی برسوں

نے کل رست اسودہ، مسداحن، مس ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴،

کے دوران اس کے بائیں ایدیشن شائع ہوئے، اسے بیوی بھتیجی میں مورد الزام قرار دیا گیا، اسے  
منظوم تثنیخ کا نشانہ بنایا گیا، اسے شاعر و ادیبوں سے گردانا گیا، اسے شہ پرست و تعیش پسند غزل گو  
کہہ کر پکارا گیا، اسے ادیب و شاعر کا شاعر کہا گیا، اس کے اشعار کو بیچ اور مغرب، مغلوق تصور کیا گیا۔  
اس امر پر توشی کے سلسلے کا ایک سچا واقعہ ملاحظہ فرمائیے پوری کی زبان میں سنیں:

”میرے والدہ و آج کے تعلق بڑا خیال رکھتے تھے۔ پرانی وضع کے صاف گوشان  
تھے اس لئے جب بھی داغ و امیر کا ذکر آتا تو وہ نہایت آزاد ہی سے گرم بیوی کہہ  
دیا کرتے تھے کہ داغ ابواش تھا اسے شعروشاعری سے کیا تعلق میں ان سے دینی  
زبان میں یہ ضرور کہہ دوں گا کہ منہ اندر عشق کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی گلوکار و آج کو بھی دیکھ دیا  
کیئے ممکن ہے کوئی شعر آپ کو پسند آجائے۔ درتے میں حامی و دھابیل کا کلام نہیں  
دیکھا۔“

ایک صبح وہ حسب معمول چوکی پر بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے اور میں سامنے  
ہی چائے پانی پر گلوکار و آج کو لکھتے شہر آشوب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اچانک ان کی نگاہ  
انہی اور میرے اقدار میں کتاب کھلی ہوئی دیکھ کر جتنے کون سی کتاب ہے۔ میں نے کہا  
”گلوکار و آج پیشانی پر ہلکی سی ٹشمن ڈالی کرنا شوش ہو گئے، لیکن فوراً اس کے بعد فریاد کیا  
کہ کون سی غزل پڑھ رہے ہو۔ میں نے کہا ”اس وقت میں اس کا شہر آشوب پڑھ  
رہا ہوں۔“ غزل پڑھا تو میں نے پڑھنا شروع کیا۔

فلک جناب و ملائک جناب تھی دلی بہشت و عطر سے بھی انتخاب تھی دلی

میں تین بند پڑھ کر سانس لینے کے لئے رکا ہی تھا کہ وہ بے اختیار ہول اٹھے۔  
”خدا مولا وہ اچھا کہتا ہے۔ پوری نظم سناتو دیتے۔“

اب لگے اتوں فرق گو کہ پوری کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمایا ہے۔

اس کتاب داغ میری تکنیک کا نمونہ ہے۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷

سمیرا کو کہیں ہی رہا ہوگا۔ لیکن نہ جانے کیوں اُس وقت بھی داغ کا کلام پڑھ کر جبکہ داغ کا نام سن کر مجھے غصہ آجاتا تھا اور شاعر کے متعلق غصہ تو یقیناً اور نفرت کے جذبات میرے اندر ہال کمانے لگتے تھے۔ اردو کے کسی بھی اور شاعر کے کلام کا یہ رد عمل مجھ پر نہیں ہوا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو خوبیاں داغ کے کلام میں ہیں وہ دوسروں کو نظر آتی ہیں اور مجھے نظر نہ آتی۔ ان خوبیوں کا احساس مجھے اس وقت بھی تھا اور فردِ رفتاریہ کے بڑھتا گیا، لیکن غصہ اور نفرت کا جذبہ اس بڑھتے ہوئے احساس سے کم نہ ہوا نہ کمزور پڑا۔

پینتالیس برس سے برابر میرا یہی حال رہا ہے۔ کلام داغ کے محاسن مجھ سے خراجِ تعظیم بھی حاصل کرتے رہے اور مجھے غصہ بھی دلاتے رہے جھلانے کا لفظ میری حالت کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا، بلکہ جلدی حرف کا ایک رائج لفظ زیادہ صحیح مصوری میری حالت کی کرتا ہے۔ یعنی میں کلام داغ پڑھ کر کیسی کشتی آتا تھا۔

داغ صرف اس لحاظ سے ہی بد نصیب نہ تھے کہ طبقہ دانشوراں میں انہیں اردو کا ایک حرام زادہ شاعر کہا گیا اور ملحقہ نامتو اہل میں "پکپک پکپکا" کو ان کا کلام پڑھا گیا، بلکہ اس اعتبار سے بھی وہ بڑے بد قسمت تھے کہ ان کی نئی زندگی کو فسادِ عمارت بنایا گیا، ان کے اجداد کی گڑی ٹہیل گھونٹ گئیں، ان کے نسب نامے کی تباہی و راکت کو غشتِ ازہام کیا گیا، ان کے ذاتی کردار پر حرفِ بگڑی کی گئی، ان کے والدین نے دروں کو نقد و نظر کے پردے سے سیر پر آشکارا کیا گیا، اس سلسلے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

"چھوٹی بیٹی کا نکاح نواب شمس الدین خاں سے نہ ہوا تھا، اسی صورت میں داغ ان کی جانمزد اولاد نہ تھے۔"

"شمس الدین خاں کے فریست اولاد نہ تھی صرف بڑیاں تھیں۔"

"داغ کا شمس الدین خاں کے نطفے سے ہونا ایک سطرِ حقیقت ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ داغ کی نظر میں ان کے قانونی اولاد ہونے کی حیثیت مشتبہ ہو جس کی تائید

ملکِ داد سے "خزانی گو کہچہ" ص ۳۶-۳۷، داغ کی والدہ سہ داغ کے والدِ عزیز محمد بھر کے کے درجہ تھے۔

نکاحِ نادرۃً غالب، ایک دایم اردو ادب، جلد ۱، ص ۵۰-۵۱، غالب مراد، مقدمہ، ص ۵۳-۵۴۔

اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خواب کی ریاست کی فضیلت کے خلاف ان کی بیابانہ جنگ  
نے بیسیوں کی طرف سے چارہ جوتی کی۔ لیکن داغ کی والدہ کی طرف سے اس قسم کی کوئی  
سچی نظر نہیں آتی تھی۔

”بچہ! ماں بھی کو میاں ہی عورت تصور کرتا ہے اور اس کی مثال خیال دل  
میں لئے پھر رہا ہے۔ اس مسئلے میں داغ خوش نصیب نہ تھا۔  
”اس نے اپنے قریبی ماحول میں جو عورتیں دیکھیں وہ مفید تھیں جس عورت  
سے عشق کیا وہ بھی محنت سے سوا تھی نہ۔

جب کسی شخص کی ذاتی زندگی پر حرف گیری کا یہ عالم ہو جب اس کی کردار کشی کا یہ طریقہ ٹھہرے  
جب اسے نطفہ حوامی قرار دینے کا یہ طریقہ رائج ہو اور جب اس کی ماں کا تھک س پاہل کرنے کی یہ کوشش  
زیر عمل ہو تو ایسی صورت میں داغ تو کیا تھک سے تھک اور پارسل سے پارسا انسان کی دنیا زندگی زیر و زبر  
ہو جاتے۔

داغ کے فنی و شخصیت سے متعلق پیش کردہ خیالات پڑھنے کے بعد آپ کو یہی حکم لگا رہا ہے کہ  
وہ واقعات کم ذات قسم کے ایک آدمی ہیں جہاں عشق مزاج میں تعیش پسند ہیں، بواہر سی کے شائق ہیں اور  
ان کا کلام باوجود خوبصورتی کے غفہ و غفرت پیدا کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ لیکن ٹھہرتے! اتہام لگانے سے  
پہلے عدل و انصاف کی ترازو میں رکھ دیجئے۔ کیا اس کے ایک پارسل میں داغ ہی کے گنا باہر پارسل  
ہیں جن کی بنا پر انہیں قابل گردن زدنی ٹھہرایا جاتے۔ کیا دوسرے میں بقیہ سارے شعرا کی پارسیوں  
اور نیک نامیوں کے گنج ہستے گراں پایہ ہیں کہ ہم انہیں عزت و احترام کی نظروں سے دیکھتے رہیں، اس کا  
جواب تو تاریخ ادب اردو ہی دے سکتی ہے تو کیوں نہیں اس کے اوراق الٹ کر انصاف طلب  
کر رہا ہاں۔

داعی گو گنڈا محمود علی قطب شاہ اردو زبان کا پہلا صاحب دیوان شاعر ہے۔ ”جہول و گنی سے  
تقریباً سو سال پہلے گزرا تھا۔ اس کا اردو دیوان پچاس جزائر اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی بددیہ گونی کا یہ  
عالم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرتا تھا: ”ایلی حیثیت سے اس کا مقام و مرتبہ

تھ کہ داغ کے عشق، امتیاز علی خاں خوشن، انگار، گشتہ اہل، سدا، دھرم، حوشہ داغ کے کام پر متعلقہ بیضا دھرم  
”جہاں تک ہر شاعر کی ترقی ادب کا ہر رسم و رواج ہے، وہ گنڈا شاہ کا وہ بیڑا ہے کہ وہ بیڑا تو ان کے جہاز میں جا رہا ہے۔



لافتح بہ آسمانی نہیں۔ لیکن خود اس شاعر کا کردار کیا تھا؟ اس پر سچی اس کی گہلی میں پڑی تھی اور میں وہ جیل عورتوں کی محبت سے دل و جان سے عزیز تھی۔ اس کی زندگی تیش پرست تھی اور اس نے اپنے دربار میں ایک تیش پرستانہ ماحول پیدا کیا تھا۔ جہاں اس کی میسوں بمبواتیں تھیں۔ ان ہی میں اس کی محبوب نظر ایک مقاصد جہانگ تھی جی تھی جس پر نقلی قلب شہزادی طبع فریفتہ تھا۔ شہزاد کی کثرت نے اس کے دربار میں ایسی فضا پیدا کر دی تھی جو زندگی پسندی اور شہزادہ بازی کی فضا تھی۔

میر تقی میر بزم منزل کی جان ہیں اردو شاعری میں ان کا رجحان تو منفرد ہے۔ ان کا عالم دیکھتے:

”ہن کے عشق کا واقعہ دلی آنے سے قبل اکبر آباد میں ظہور پذیر ہو چکا تھا اور یہ

بات ان کے عزیزوں کو اپنی نہیں لگی تھی۔ اس نے انہوں نے ان پر سختی روا رکھی۔“

غلام محمد فی مصطفیٰ اردو کے اس ائمہ شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے فن میں بے نظیر ہیں۔ اس یگانہ روزگار شاعر کے متعلق ”گلشن کا دبستان شاعری کے مصنف کی دلتے من یہ ہے:

”محض ایک طرف سرو پرستی میں مبتلا ہیں اور دوسری طرف محبت نام ایک شاہد بازی کی محبت میں اسیر ہیں۔“

حکیم مومن خاں مومن آسمان غزل کے نابند ہستائے ہیں۔ غالب جیسے عظیم شاعر بھی ان کے ایک شعر پر دال و کشید ہو گیا تھا۔ لیکن غار زار عشق و الفت میں ان کا بھی دامن تار تار ہونے سے محفوظ نہ رہا۔ ماسم باور سکینہ کے بقول:

”آدمی عاشق مزاج تھے۔ عشق بازی کے لئے دلی ایسا کو سبغ شہر پایا تھا جہاں ان کے عشق و محبت کے افانے لوگوں کے ذہن زد تھے۔“

اردو کے آخری فرماں روا ابراہیم علی شاہ اختر ایک بلند پایہ شاعر تھے جلد اصناف سخن میں چٹا آفاقی کہتے تھے۔ فنی شعری میں انہیں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ انہوں نے مائورات کے دریا بہاتے ہیں اور صاف و سلیس انداز کے جوہر دکھاتے ہیں۔ ان کی بنائی ہوئی شعریں اردو سے ذہانی زلف خاص و عام ہیں۔

۱۔ تاریخ ادب اردو جلد اول ڈاکٹر عزیز جہاںی ص ۳۱۰۔ ۲۔ کوئی شاعری میں محبت کا قصہ پر مغز فریبہ محبت برگ گل کوئی ۱۹۵۰ء ص ۱۳۳۔ ۳۔ تاریخ ادب اردو ایضاً ۱۹۵۰ء تاریخ ادب اردو ریمہ پور سکینہ ص ۳۵۔ ۴۔ جو شہ کوئی شاعری میں محبت کا قصہ ایضاً ۱۹۵۰ء کوہات میر مرتضیٰ ڈاکٹر محبت دیوی ص ۱۰۱۔ ۵۔ مصطفیٰ ڈاکٹر ابو الیث ص ۱۱۰۔ ۶۔ شیخ سید گل لاجپور، تاریخ ادب اردو سکینہ ص ۱۱۵۔ ۷۔ اردو کی شعریں میر جہاںی ڈاکٹر گلشن محبت





سبق ایسا پر طعنا دیا تو نے      دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے  
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے      دل ہے دھار دیا تو نے  
بے غلب جو ملا ملا مجھ کو      بے غرض جو دیا دیا تو نے

ایکس اشعار پر مشفق محمد یحییٰ غزل اس حقیقت کی منظر ہے کہ شاہد پرست داغ کے دل میں رب جلیل کی محبت کس درجہ کٹ کٹ کر بھری ہوتی تھی۔ راج کا یہ واقعہ ۱۸۷۷ء کا ہے اور اس وقت ان کی عمر کل ۴ سال تھی جو شاہد کا نقطہ عروج ہوتا ہے۔ ایسی عمر میں جو ضعیفی سے ابھی برسوں دور تھی محبت الہی کا ایسا بھلاؤ بطلوں سترے ذہن اور صالح اعصاب کا ہی نمائندہ ہے جس کو بحال پرستی و شاہد بازی کا ظاہری گروہ قرار دینا ناشائستہ ہو سکتا۔

انسان کے عظیم ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کے فلاح و فوہج بہبود و بہتری اور سکون و سلامتی کے لئے کچھ نہ کچھ کرتا رہے۔ اس نظریے سے لکھا جاتے تو داغ کی ساری زندگی اسی کا عظیم پرمیٹ ہے۔ اس کے کم ہی مٹ سوس تماشائے نگین کے حمد و سراویں کی آسودگی ملے کہ تھے اس درجہ مستور ہیں ہوں جیسا کہ داغ تھے۔ بقول نابی کے:

ہے درویش جو درد کسی کا نہیں دیکھتے

چند مثالیں ملے جہاں ہوں۔

”داستانِ غدد کے مصنف اور اردو کے مشہور شاعر نعیم دہلوی دلی اہلٹن کے بعد یا صاحب تیار رام پور چلے۔ داغ وہاں پہلے سے موجود تھے۔ ان کے ساتھ جو برتاؤ انہوں نے کیا اس کا ذکر خود نعیم کی زبانی جیتے:

”داغ صاحب کو خبر ہوئی کہ وہ اس روز کوٹے انہوں نے یہ حسن سلوک کیا کہ بے اور میر پور چلے بھائی اور آؤ تو ان کو صاحب مزاج سے محمد رضا خاں صاحب داما و نواب

یوسف علی خاں صاحب بہادر مرحوم کی سرکار میں نوکر رکھوا دیا۔ تھ

حیدر آباد کے دورانِ قیام داغ کی زندگی جیسی فیض رساں تھی اس کا انھوں نے دیکھا حال نوح تاروی کی زبانی سن لیتے:

مے صاحب کے شاگرد اور مشہور شاعر نوح تاروی بھی کا یہ شعر زبانِ نوح خاص دعا ہے۔ ”نہ ہم کبھی نہ آپ کہتے ہیں“

پسینہ پچھتے اپنی جہیں سے تھ داستانِ غدد نعیم دہلوی ص ۱۵۰۔

”حضرت داغ الخوجہ مقول فرماد پاتے تھے مگر جینے میں کچھ پس انداز نہ ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اوور دیش میں ان کا ہاتھ کبھی نہ رکھا تھا۔ بہت سے اعزاز اور سائیکس کو پابندی کے ساتھ سنی آؤٹ کے ذریعے سے مختلف مقاموں پر دوپہر روانہ فرماتے تھے۔ علاوہ اس کے باجی خانہ اور روزمرہ کا خرچ کئے جانے والوں کی امداد پہانوں کی خاطر دارل شریعت سیرت میں صرف ہوجاتا تھا۔ . . . . بکوشی کے اندرونی تھے میں دسترخوان پھیلا۔ جو لوگ موجود ہوتے سب کھانے میں شریک کئے جاتے۔ . . . . جو ساتھی آجاتا اس کو خالی ہاتھ کبھی نہ دیتے نہ

داغ دوسروں کے حالات معلوم کر کے جس طرح مصائب و مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرتے اس کے متعلق احسن مامور ہی کہتے ہیں:

”مرحوم کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنی شفقت بزرگانہ و سرمدانہ سے اپنے شاگردوں کے ایسے خائف حالات پر چما کرتے تھے جس سے واقفیت کے بعد مختلف قسم کی ہمدردیاں قائم ہوجاتی تھیں۔“

اس ضمن میں داغ کے ایک خط کا ذکر ضروری ہے جو فوج ناروی کے کم سن بیٹے کو لکھا گیا تھا۔ بات یہ تھی کہ جب فوج ناروی داغ کی خدمت میں حیدر آباد آئے تو ان کی خودکامی بہت ہی کم تھی۔ داغ کے اہلکار کے باوجود ان کی کم عمری گئی نہ ہی انہوں نے اپنی پسندیدہ غذا کے بارے میں کچھ بتایا۔ داغ کو بے حد فکر لاحق ہوئی کوئی تدبیر نہ بن پڑی تو داغ ناروی کے لشکے ابو الحسن کو ایک خط لکھا اور یہ تاکید بھی کی کہ کسی سے جواب نہ لکھو مگر خود ہی بھیجوا:

”تمہارے والد ماجد کے یہاں آگے سے مجھے ایسی خوشی ہوئی جیسے اپنے بچہ نے ہوتے فرزند کے ملنے سے ہوتی ہے۔ مگر ایک بات سے سخت حیرت ہے کہ وہ اپنی اشتہاد و ان ضرورت کرتے ہیں یا گروہی کرتے ہیں یا غیرت۔ میں نے جو امتحان دیا تو نیند سے بھی وہ کم کھاتے ہیں۔ نہیں معلوم میرے گھر کا کھانا انہیں پسند نہیں آتا یا ہو کہ ہی ٹھٹ گئی ہے یا نام سے والے سب اتنا ہی کھاتے ہیں۔ اگر کہتا ہوں کہ کچھ فرمائش کرو

مے فیض الملک داغ دہلی فوج ناروی انگلستان داغ ہنر مس ”وہیں ہر گز ان کے داغ احسن مامور کا

تو وہ نہیں سنتے۔ تم صاف صاف کہو کہ وہ ان کو کون کون سا کھانا پسند تھا، کون کون سی چیز مرغیب تھی کہ یہاں بھی وہی پکڑا جاتے نہ

اس طرح کا واقعہ ہر سطح میں مشکل ہی سے ملے گا کہ یہاں کو راحت و آرام پہنچانے کی غرض سے اُس کی لاعلمی میں اُس کے گھر خط لکھا جاتے تاکہ اس کی پسند و ناپسند کا علم ہو سکے، اس سانچے سے داغ کا مذکورہ بالا خط ان کی بلند اخلاقی کی منہ بستی تصویر ہے۔

داغ نے جو ملک گیر شہرت حاصل کی تھی، اس نے ان کے بے شمار حامد پند کو وسیع تھے۔ لوگ ان کے کلام پر بے جا تنقید کرنے اور انہیں بلند مقام سے گرنے میں لگے رہتے۔ وسط ہند کے ایک شخص نے اپنا نام پرے میں لکھ کر ادھر اخبار میں بیت سے اعتراض شائع کئے مگر انکی مرزا فرخ جیوت کا تعنا ہمیشہ یہی رہا کہ خاموش رہیں غرتے تھے کہ کوئی اس طرح خوش ہوتا ہے تو ہوئے دوسرے

داغ خود تو حامد نہ تھے، مگر تمام عمر مسودہ ہے۔ ان کی میرت کا یہ خوش آئند پہلو ہے کہ اپنے ہم مصروف کے فضل و کمال کے ہمیشہ مستحق ہے۔ لوگ انہیں مد سے مبالغہ کا نشانہ بناتے تھے، لیکن وہ سب کے سامنے دوسروں کی تقریریں کرتے تھے کسی کی ہدائی سے نہ ان کی زبان آلودہ ہوتی، نہ ان کا فم

داغ دشمن سے بھی جھک کر تھے کچھ جب چیز مٹا دی ہے

داغ کی شاعری میں تے و میثاد کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے دشت و زکو بھی منہ نہیں لگا یا وہ خود اعتراف کرتے ہیں ۔

گو ہے عاشق مزاج و شاہد باز داغ لیکن شراب خور نہیں

اگر ہر نظر غائر دیکھا جاتے تو اس عاشق مزاج و شاہد باز شاعر کی شخصیت نہایت ارفع و اعلیٰ تھی۔ اس میں غلوں تھا وفاق تھی، ہمدردی کا جذبہ تھا، انسانیت کی آہ تھی، دوسروں کے کام سننے کی لگی تھی۔ بقول ڈاکٹر شوکت سہروردی:

”وہ ہمیشہ کوشش ہی تھے اللہ دہ دہ مند بھی۔ اپنے دکھ درد کو جس کراڑاویجے لیکن

دوسروں کو دکھی یکہ کران کا دل بھر آتا اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ شاگردوں کے

لے، انشاء داغ، حسن، دہری، ص ۱۳۰۔ داغ دہری ہوش ملیح آبادی، نقوش لاہور، شخصیات غیر ص ۱۸۰۔ ص ۱۸۰۔ حسن، دہری۔

خواتین تھے، انہوں نے اپنے عزیزوں اور عام اسباب و علائقہ کو جو خطرہ لکھے ہیں، ان میں جدا کی

اور دل سوزی کوٹ کوٹ کر بھڑکی گئی ہے۔ ہر چھوٹے بڑے کی غور و جست سے غیرت و ریافت کہتے ہیں بات بات پر دل بولی کرتے اور دلا سامیتے ہیں۔

ہر کس و کس کی دل چاہتی کوئے ہر کہہ و مر کو دلا سامیتے کا رتہ ہی داغ کی جلد ہی گرد لگا پڑتی ہے جسے تصویر کے رنگین رخ کی جھلک دکھا کر زمیں بوس نہیں کیا جاسکتا۔

داغ کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم ان کے سلسلہ نسب پر پڑے ہوئے جلدے کو کبھی صاف کرتے ہیں۔ کو "لحم ذائقہ" کا اتہام کچھ کم تکلیف دہ نہیں!

تعلیم کا نئی داغ کے ولادہ نواب احمد بخش خاں کا تعارف کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"میں جلد اور مردوں کے ذاتی نامی ایک میواتن کو کبھی گھر ڈال دیا جس سے ایک

شش الدین خاں اور ایک ابراہیم خاں اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ پھر انہوں نے تیار محمد بگ خاں، غفر، بلاس کی بیٹی سے جس کا نام بیگم جان تھا شادی کی جس سے دو بیٹے امین الدین خاں اور ضیاء الدین خاں اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

قاعدے کی رو سے چونکہ شش الدین خاں ریاست کے وارث نہیں بن سکتے

تھے کیونکہ وہ بیوی کے بطن سے نہ تھے، اس لئے احمد بخش خاں نے انہیں فیروز پور بھجھ کر دینا طے کر کے بیگم جان کے بیٹے کو لاد لاد دیا۔

درج بالا اسطور سے بظاہر قریبی بات میاں ہوتی ہے کہ داغ کے والد شش نواب شش الدین خاں

نواب احمد بخش کی ثالثی اولاد نہ تھے اور انہوں نے اس خوف سے کہ ان کے بعد وراثت کا بھگڑا نہ کھڑا ہو اپنی زندگی ہی میں ریاست کا باقاعدہ بٹولا کر دیا، لیکن ڈاکٹر سید حامد حسین نکلیات مشرع اب کے حوالے سے کہہ اور سی حقیقت کا انہماک کر رہے ہیں:

"شش الدین خاں کی والدہ امدانی عرف بہو نام میواتی تھیں جب کہ احمد بخش کے

دوسرے دو بیٹے ہیں لیکن احمد خاں اور ضیاء الدین احمد خاں نیز بیگم جان کے بطن سے تھے جو کہ ان کی ہم قوم تھیں۔ اس وجہ سے اہل خانہ ان شش الدین احمد خاں کو انسداد اپنا بھرتہ

سنے داغ کی شعلیت ڈاکٹر شاکت سبزواری لکھنؤ داغ میوزیم ۱۹۳۱ء سے تعارف آفتاب داغ امرتہ تعلیم کا نئی

ص ۱۰۰-۹۸

خیال نہیں کرتے تھے اور یہی جذبہ اس تانے کی بنیاد بنا جس میں خاندان کے باقی افراد نے شمس الدین احمد خاں کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنایا تھا۔

درج بالا طور کا سطر العرک نے کے بعد شطرنجی طور پر یہی نمبر لگا لیا جاسکتا ہے کہ چونکہ گڑھیاؤں میں اپنی فصل کا بہت ہی زیادہ پائس و لحاظ ہوتا ہے اور وہ اپنی برابری کے مساوی ہیں اور کشتہ از دو وای قائم کرنا پسند نہیں کرتے، اسی لئے سب نواب احمد بخش نے غاندا کی زوایات کو توڑ کر ایک میوا تہ سے شادی بچالی تو اہل غاندا نے نہ صرف اس پنج ذات کی خاتون بلکہ اس کے بیٹوں کے بچے نواب شمس الدین خاں کو عقادت کی نظر سے دیکھا ہوگا اور اُن کے دونوں میں نفرت کا لاوا اس لئے بھی پک رہا ہوگا کہ شمس الدین علیہ السلام بڑے تھے اور قاتل نواب نہیں ہی وارث ہوتا تھا، نفرت کی اس آگ کو ہوا دینے میں نواب احمد بخش کی ہم قوم بیوی بیگم جان نے لازماً اہم کردار ادا کیا ہوگا تاکہ اس کے بچوں کا تحفظ قائم رہے۔

نیرتہ نواب کی زندگی ہی میں بقول شیخ محمد کرم کشنکش کے آثار یہ ہوتے تھے چونکہ نواب غنواپنے بڑے لڑکے شمس الدین کی حق تعالیٰ کی پابندی تھے جو کہ اپنی فصل کی موت کے بلبل سے تھے، لیکن تھے ان ہی کے جائز فرزند تھے وہ اپنی ہم قوم خاں کے دونوں بچوں کو نظر انداز کرنے کے روادار تھے لہذا ان کی دورانہ پیش کا قصہ خاں ہی تھا کہ اپنی ہاندا کو تقسیم کر دیں تاکہ فصل پر ہی کاغذ اندانی غرور شمس الدین کے مستقبل کو تباہ و برباد کر دے۔ چنانچہ بقول ڈاکٹر سید حامد حسین "نواب نے شمس الدین خاں کے حقوق کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی وفات سے ایک سال قبل اپنی ہاندا کو اپنے بیٹوں میں اس طرح تقسیم کر دیا کہ غنوا پر خود کی جائیگر شمس الدین خاں کے پاس رہی اور امین الدین خاں اور ضیاء الدین احمد خاں کو اور بادشاہ ملوث

غواب شمس الدین خاں کی "نجات" کا ثبوت غالب کے اس نسب نامے سے بھی ملتا ہے جسے خواجہ امان مہر حتم بوسلطان خیال کے بیٹے راقم دہری نے جو غالب ہی کے خاندان سے تھے اور ان کے شاگرد بن گیا ہو کیا تھا۔ اسے باہر سے اردو مولوی عبدالحق نے رسالہ "اردو" میں شائع کیا ہے۔ لکھنؤ۔ نسب نامے میں راقم یہ رقم کرتے ہیں:

[illegible]



”نواب احمد بخش خاں شمس فیروز پور، راجہ علی ملک بٹا ہوتے۔ ان کے بعد نواب  
شمس الدین احمد خاں بڑے صاحبزادے سند نشین ریاست ہوتے مدت تک  
مکراں رہے۔“

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نواب شمس الدین گھڑوال دی جہانے والی بیچ قوم کی ایک عورت کے  
فرزند تھے تو انہیں صاحبزادے اور سند نشین ہونے کا وہ اعزاز و اکرام کیوں دیا جا رہا ہے جب کہ غالب  
کو نواب شمس الدین سے خاصا عنایت تھا اور یہ وجہ سبب میں نہیں آتی کہ ان کے چم پرشتہ اور شہر  
رقم بلوی اس متنازعہ مسئلے کو چھڑ کر اپنے دادا اور اس نواب کی طرف داری کیوں نہیں کر رہے ہیں۔  
یہ بات تو سب ملتے میٹھنے کے قابل تھی تاکہ خاندانی عناد کا اظہار ہو تا کہ نواب شمس الدین کے بھتی  
جگر خیر استعمال کیا جاتا۔

وہ بات جسے قبیلہ بٹا کر پیش کیا گیا ہے صرف اتنی ہے کہ نواب احمد بخش خاں کے اہل خانہ ان  
جو اپنی جم قوم خاتون، بیگم جان اور ان کے دونوں بڑے امین الدین وغیار الدین کے طرفدار تھے کو ان  
کے والد نواب شمس الدین کو گروانے کے حیشہ درپے رہے اور ان کی یہ کوششیں منجے ہوئیں ولیم فریڈر  
کے قتل کے سلسلے میں ان کی چٹائی پر! ملاحظہ ہو مسند جہاد کی بیان :-

”فریڈر صاحب کے وابستہ اور متوسلین اور سرکاری ملازم جس طرح ممکن ہو فریڈر  
کی سہولت پائی کہ درپے تھے۔ ان کے ساتھ ایک دوسری جماعت بھی تھی جو نواب  
شمس الدین خاں صاحب والی فیروز پور سے مختلف وجوہ سے ناغوش اور ناراض  
تھی۔“

یہ ناغوشی اور ناراضی صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ ایک میواتن عورت کے بطن سے تھے اور اسی  
ناکرہ گناہی نے نہ صرف ان کی زندگی کا چراغ گل کیا بلکہ ان کے بیٹے نواب مرزا خاں دلاخ کی کورنگی  
بھی کر دی۔ آئیے اس حرف بھی اک نظر ڈال لیں۔

حبیب آفاق ہے کہ نواب احمد بخش خاں کی زندگی کے اس متنازعہ پہلو کو نواب شمس الدین خاں  
کی زندگی کا بھی درپے ہوئے چرنا بنا دیا گیا ہے اس لئے کہ انہوں نے بھی اپنے والد کی طرح غیر قوم

نے ایک کاتب نامہ ایضاً لکھا ہے۔ وہ ہے مولانا نواب کاتب محمد ایضاً فیروز خاں علی سرچہ مشفق فریڈر صاحب ایضاً  
نواب فریڈر صاحب محمد ایضاً صاحب کے دو قلمی دیوان ایضاً صاحب علی درہن ایضاً

کی ایک خاتون دیرینہ عرف چوٹی بیگم کو شریک حیات بنایا تھا جو محمد یوسف کشمیری سادہ کار کی بیٹی تھیں اور صدوج حسین کو گیل: نواب شمس الدین کے اس رشتہ از دو اراج کو گھوٹانے کے نکتے سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ یہ حقیقتیں نے اس مضمون کی بنیاد صحیح ذیل قیاس آراء یوں پر رکھی ہے:

”داغ کی نظر میں ان کے قانونی اولاد ہونے کی حیثیت مشتہر ہو جس کی تائید اس بات سے صحیح ہوتی ہے کہ نواب کی ریاست کی قبضی کے خلاف ان کی بیایا بیگم نے بیٹیوں کی طرف سے چارہ جوئی کی۔ لیکن داغ کی والدہ کی طرف سے اس قسم کی سنی نظر نہیں آتی تھی۔“

”خاندانی شرافت کا تعاضاً تو یہ تھا کہ دونوں چچا (امین الدین و ضیاء الدین) اپنے بیگم ساڑھے چار سال بھتیجہ داغ کی سرپرستی کرتے، مگر ان کی پہلو تھی سے اس شبہ کو تقویت پہنچتی ہے کہ وہ نواب مرزا خاں داغ کو اپنانے پر طیار تھے۔“

”داغ کے علاوہ چھوٹی بیگم کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی جو کہ یہ سب الگ الگ باپوں سے تھے۔ اس نے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کی آمد بیچ ہستے ولادت کا ذکر کیا جاتے تاکہ اس سے چھوٹی بیگم کے مختلف از دو اراجی تعلقات پر روشنی پڑ سکے۔“

”دسمبر ۱۸۵۳ء کو شمس الدین خاں کو جہانسی دی گئی۔... چھوٹی بیگم نواب مرزا کو اپنی بہن عہدہ خانم کے پاس چھوڑ کر کہیں چھپ رہیں۔... مگر تقدیر نے انہیں ہلاک نہ ہی ایک انگریز کے گھر چھپا دیا۔... وہیں انہوں نے ایک لڑکے امیر مرزا اور ایک لڑکی بادشاہ بیگم کو جنم دیا۔... ۱۸۵۳ء میں۔... آغا تراب علی کے گھر رہ کر انہوں نے آغا مرزا شافع کو جنم دیا اور پھر ۱۸۵۳ء میں قلعہ معلیٰ میں مرزا افضل و امیر عبد دی کے پاس جا رہیں۔... جن کے وطن سے مرزا خورشید عالم قوالہ ہوتے تھے۔“

یہ تعارف آفتاب داغ مرتب تخلیق کا عملی نمونہ ہے۔ کچھ داغ کے متعلق اہمیت و اعلیٰ خاں و رشتوں کا ذکر مختصر پرچہ ۱۸۵۳ء میں ۳۳ سہ داغ، تاریخ ولادت سے متعدد نام پر ایک کتاب علی خاں خاتون رام پور کا نگارہ لکھتے ہوئے داغ فروری ۱۸۵۳ء میں لکھ کر داغ کے متعلق اپنا نمونہ ۳۵ سہ تفہیم آفتاب داغ مرتب تخلیق کا عملی نمونہ ہے۔

پیش کردہ واقعات کی بنیاد پر غلام رسول ہزارہ لکھ دہم، امتیاز علی مرثی، انگین کاظمی اور کاتب علی خاں  
 خاں، ہم پورہ کی نے یہی مغزوفہ قائم کر لیا کہ چھوٹی بیگم طوائف قسم کی عورت رہی ہوگی جس نے تولی تولی غلاب  
 شمس الدین خاں سے نامانوس تعلقات قائم کئے اور داغ پیدا ہوتے۔ پھر یہ حسین و جمیل خاتون مختلف افراد کی  
 فریشتہ آغوش بنی۔ لیکن حقیقت کی بونگ لگا کر دیکھیں تو حیرانہ حیرت پڑتا ہے کہ یہ سب محض تیس ادنیٰ  
 ہیں۔ غلاب شمس الدین سے ازدواجی تعلقات کے نامانوس ہونے کا شہوس ثبوت ان مقتول نے قطعاً فراہم نہیں  
 کیا ہے۔ صرف ان دو واقعات کو مغزوفے کی بنیاد تو نہیں بنایا جاسکتا کہ (۱) داغ کی والدہ نے ریاست  
 کی قبیل کے خلاف کوئی چارہ جوئی نہیں کی اور (۲) داغ کے دونوں چچا نے یتیم بچے کو اپنی سرپرستی میں نہیں  
 لیا۔ ذرا دم سمجھو دیکھو کہ غلاب احمد بخش خاں کے واقعہ کی طرف رجوع کریں تو ہمیں ان دونوں باتوں  
 کا جواب مل جاتے گا۔

اسی منسل کا یہ پٹان خاندان قیود بھی تھا اور روایت پرست بھی! اسی لئے یہ واقعہ سے شادی کرنے  
 پر ریشور تحینوں، کشکشوں اور نفرتوں کی ایسی فضا قائم ہوتی جس کے نتیجے میں ریاست منقسم ہوتی اور غلاب  
 شمس الدین چھائی پانچ گئے۔ جب اس گھرنے کی فضا اُس وقت ایسی مسموم رہی جو جب کہ غلاب احمد بخش  
 ہا نفس نفس موجود ہوں تو غلاب شمس الدین کے قتل کئے جانے کے بعد وزیر بیگم اور کس داغ جیسے یکس لڑو  
 کا اس فیور خاندان میں کون سا دو گارہ پساں حال رہا ہوگا۔ ایسی مصیبت میں وزیر بیگم نے جو غامی پیمائش  
 خاتون تعمیر کیے دے نہیں قائم کی ہوگی کہ اس بغض و عناد کے حوال سے دور ہی رہا جائے۔ اور اگر وزیر خاں  
 وہ ریاست کی جہی کے لئے چارہ جوئی بھی کرتی تو نفرت و حسد کی اس بڑھکتی ہوئی آگ میں انہیں جلتے نہ  
 کہاں ملتی۔ ہٹلر اگلے ہونے ماحول کو دیکھ کر انہوں نے مافیت اسی میں بھی کہ اس خاندان سے ہی جموگی  
 اختیار کر لی جلتے۔ یہی بات چچا خیا، الدین اور امین الدین کی سرپرستی کی تو یہ حقیقت دکھان ہے کہ جب  
 یہ دونوں اپنے بھائی غلاب شمس الدین کے نہ ہو سکے تو ان کے یتیم و سیر ڈکے مرزا غلاب داغ، اسکے کو بڑو  
 اپنے ہوتے جس کی ماں ان کی نس سے نہ تھی ان کی ہم قوم نہ تھی ان کی ہم مرتبہ نہ تھی برہنات و نسب

لے اس خاتون کی اہمیت کا اندازہ اس کے ان تاریخی خطوط سے لگایا جاسکتا ہے جن کا حوالہ مرثی صاحب نے اپنے مغزوفہ کے داغ  
 کے متعلق نہیں دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: لکھتہ اپریل ۱۹۷۱ء اسی خاتون کی مرنی بدستہ بیگم خاتون جو بھی شخص تھا وہ بھی ان خاندان سے تھا اور  
 انگریزی میں عبادت کا درجہ رکھتی تھی انہیں کے لئے دیکھتے تو کوئے باور و فضاں از جو اقامت منقسم۔



میں واجد علی شاہ کو معزول کر کے وہ اودھ پر بھی قابض ہو گئے۔ ۱۷۵۷ء میں جب جنرل بخت خان مولوی  
 پیر علی شاہ برصغیر فیروز بخت اور بیگم اودھ کی سرکردگی میں آزادی کی جنگ لڑی گئی تو انگریزوں نے عمرو  
 فریب کے جہاں پھانسا کر اسے قتل کر دیا اور بہادر شاہ ظفر کو ملک بدر کرنے کے بعد وہ تقریباً سارے ہی ہندوستان  
 کے حاکم بن بیٹھے۔ اب ذرا غور کیجئے کہ چٹوکی شہادت ۱۷۵۷ء میں وقوع پذیر ہوئی اور پہلی جنگ آزادی  
 ۱۷۵۷ء میں لڑی گئی نصف صدی کے اس درمیانی عرصے میں ہمیں صفت کا یہ نسخہ کونسی سزا کوئی  
 بیلا انونی بجا بدجو انگریزوں کا لڑو دشمن دم جو نظر آتا ہے تو یہ تو جنگال کے تین سویرے تھے یا پھر داغ و دھڑی کے  
 والد نواب شمس الدین خاں تھے۔ ایسے پڑا شوب وقت میں جب کہ پورے برصغیر پر انگریزوں کی دھاک بیٹھ  
 گئی ہو اور ان کے خلاف لب کشائی ایک جرم سنگین ہو۔ نواب محمد جہاں دار جہاں ذیل حرقت مندانہ اقدام اختیار  
 جہاں جہاں آزادی کی تار تار میں سنگب میل کا رچ رکھتے تھے:

”نواب صاحب ٹہل رہے تھے پھر وہ غصے سے قنثار لے رہے۔ خدایا ہی غلاموں کی کیا  
 بھی موجود ہیں۔ ایک نے کہا: ”فرز سے بڑا غضب ڈھا ہے۔ دوسرا بولا: ”قضا سر پر کھیں گی  
 ہے۔ تیسرے نے کہا: ”منشوں میں چٹ کیا جا سکتا ہے۔“ نواب صاحب نے مونچھوں پر ہاتھ  
 پیسٹل اور کریم خاں کو طلب کیا۔ سیاہ فام گرامر ٹیل جو ان ہے ان گھوڑوں سے تباہی پک رہی  
 ہے۔ چکے چکے اسے کچھ باتیں دیں۔۔۔۔۔ اندھیری رات ہے۔۔۔ ایک نے کامل  
 ہے۔۔۔۔۔ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ ساتھی سواروں نے دستہ روکا۔  
 گھوڑے پر سوار جو شخص ہے اس نے ایک ہاتھ تھوڑا کا دیا۔ انگریز ٹپنے کی طرف ہاتھ اٹھانا  
 چاہتا تھا کہ ایک تلو ہوا ہاتھ اور مارا اور کام تمام کر دیا۔“

داغ کے والد کے ایما پر ۱۷۵۷ء میں اس فرنگی کو قتل کیا گیا جو دہلی کا ریڈنٹ تھا۔ گویا انقلاب  
 ۱۷۵۷ء سے بیس سال قبل برطانوی استبداد کے خلاف ایک دہائی نواب کا یہ پہلا بیان متفقہ تھا۔ نواب کو  
 بھی اپنے اس متفقہ رویے پر اس درجہ سکون و دلالت تھی کہ انہوں نے سکاٹے بھرتے موت کا استقبال کیا  
 اور۔۔۔۔۔

”ہم اللہ کہہ کر پھانسی کے تختے پر قدم رکھا، بھٹی جو کھڑا تھا اس کو شہادت اور اپنے  
 ہاتھ سے گلے میں پسند و اوائل جہاں بحق تسلیم ہوا۔“

موت کے استقبال کا یہ تیز پنج ذات کے بھیگی کو پر سے ہٹا دیتے گا یہ انداز اور گئے میں از خود پراسی کا پتلا  
ڈالنے کا یہ حوصلہ۔ ایک بھرم کی شان نہیں، ایک بھاپہ آزاوی ہی کی شان ہو سکتی ہے اور اس شان  
کو گوشت گناہی میں چھپا کر کتنا سوزنیں کے شایان شان نہیں۔

محققین داغ کے مطروحوں کا پردہ پاک کر دیا جلتے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ فواب  
شمس الدین انگریزوں کے باغی نہ تھے بلکہ جنگ آزادی کے ایک نامکوش مجاہد تھے ان کے لڑنے "داغ"  
جہانز نہیں، نجیب و شریف مولائے تھے اور وزیرِ عظم عرف چھوٹی بیگم برصیر کی ایک ایسی مظلوم عورت تھی  
جس کو قدرت نے بے مثال حسن و جمال عطا کیا تھا اور وہ اسی صفت کی بدولت فواب کی شہادت کے بعد  
مختلف خوروں کے قلعے کا مرکز بنی رہی۔ کیا ہمارا قلم اس قدیمے میں و مجبور ہے کہ انگریزوں کے ایک  
ٹھکے دشمن کی بھاپہ نہ کارروائی کو خراجِ تحسین پیش کر سکے برصیر کی ایک مظلوم عورت کی حمایت میں دو غلط  
ذکر کے اور اس کے متواضعیہ لڑنے کے شغیت پر چسپاں کئے ہوئے الزامی و انتہائی افلاکی ٹکھیرہ کر کے  
داغ شایا سی دن کے لئے یہ کہہ گئے تھے۔

سیڑوں ملتیں الزام کھینے والے ایک دو بھی نہیں آرام کے دینے والے

اب چتے چتے داغ کی شاعری کا بھی محاکر کیا جلتے مغزل اردو شاعری کی جہان ہے اور داغ  
اردو مغزل کی آبرو ہیں، قدوق غائب، مرقن، شبہ اور فقر نے اس صنفِ سخن کو جو فواب و نورانی عطا کی تھی  
اسے برقرار رکھنے میں داغ کی سعی و سیم کو خدا مصل رہا ہے، بقولِ شاعر اردو مغزل کا سہاگ ان ہی کی بدولت  
قائم رہا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم مغزل و جسر گئی ہوتی، داغ ہی نے انیسویں صدی کے قضا اور شاعروں کے بعد  
اُسے سمجھا لایا ہے اس میں رنگ بھر ہے، انسانی جذبات سے اسے ملو کیلئے زندگی کے غیر متعصبات  
سے اس کی ترقی و آرائش کی ہے۔ یہ داغ ہیں جنہوں نے دلوں پر پڑے ہوئے سلوکیا کے غلاف کو تار پھینکا  
ہے اور نہاں نمائندگی میں لپکی ہوئی سلگتی آگ کو تسخیل پر بھا کر پیش کر دیا ہے۔ یہ حیرت یہ حوصلہ کس کے  
نصیب میں تھا!

داغ کی شاعری صرف اسی توصیف کی سزاوار تو نہیں کہ ان کا کلام ثقیل اور مضرباؤس نادری  
اور عربی الفاظ سے پاک ہے، پیچیدہ استعارات اور بعید از کار خیالات کا یہاں گز نہیں، اس میں غصہ  
کی سادگی ہے، ہلا کی برجستگی ہے، انتہائی روانی ہے، روزمرہ اور معمولات کی چاشنی ہے، زبانِ قلم مسلکی کی جھلک  
ہے، فصاحت و بلاغت کی تابناکی ہے اور اختصار بیان کی عمدگی ہے۔

داغ کو مصنف یہ کہہ کر بھی تو نہیں ٹالا جاسکتا کہ معاملہ بند ہی میں وہ بے نظیر ہیں، محبت کے ترجمان ہیں

دارتنگی عشق کے عکاس ہیں، دعا فی صحن کے جلوہ گر ہیں، مشاہد و سرسبزوں کے مصوٰر ہیں، کیف و نشاط کے پیامبر ہیں اور دل و عاشق کے ناظم ہیں۔

اشعار و ادب کی تعریف میں فقط ان امور پر ہی قناعت تو نہیں کی جاسکتی کہ ان میں تہذیب کی کوششیں صاف و بے جھجکاوی سے الفاظ کی نشست سے انہماک خیال کی بے تکلفی ہے، زاوۃ نگاہ کا تنوع ہے، تکلف و تفسیح سے گریز ہے، انداز سرسبز و زور وار ہے، نئے اور موثر ہیں۔

اس پر بھی تو انتقاد نہیں کیا جاسکتا کہ شوقی و پاکین، غزل و شبنم، غصہ و برہمی، بیزاری و نفرت، اجنبی و اشتہاد، جھنجھلاہٹ اور بلی کنی، چورا پائی اور چھوٹا سچا، ڈکھام و ادب کے عناصر ترکیب ہیں۔

اس حقیقت سے تو انکار نہیں کدوئے بالانصوحیت ہی ادب کی شاعری کا محور ہیں اور کہنے والوں نے اس مسئلے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر قطعیت کے ساتھ یہ کہنا سراسر نا انصافی ہے کہ مذکورہ عناصر شاعری کے ماسواہ ان کے یہاں کچھ اور نہیں، انہی رنگ و معرفت ہے، وہی آئینہ شمع تصوف، ذہنی مضامین ہے، وہی قول حکیمانہ، ذہنی اخلاق، پیلو ہے، ذہنی درجہ زندگی، ذہنی مشاہدہ حیات ہے، ذہنی مطالعہ کائنات، دیکھنے والوں کو یہ حقائق اس لئے نظر نہ آتے کہ وہ ادب کی شخصیت و شاعری پر جو غلاف چڑھا دیا ہے، وہ اس قدر ہلکا و رنگین اور شفاف ہے کہ اس کے کلام کا شائع ہونے کی دیرینہ تہوں میں ہمیشہ کے لئے چھپ کر رہ گیا ہے۔ آئیے ہم ان تہوں کو ہٹا کر رخ نیکو کا جلوہ بھی دیکھ لیں۔

ادب کی جس محفلت و شاعری پر ہماری نظر سے پہلے پڑتی ہے، وہ الہی کی حمد و نغاری ہے۔ انہوں نے خدا سے جزدگ و برتری تعریف و توصیف میں مکمل غزلیں بھی کہی ہیں اور اپنی بے شمار عشقیہ غزلیں میں اس نوع کے مضامین شاعر بھی پیش کئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ حمد و نغاری کمال کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ صحن و دست کے اشعار کے پیلو پہلو صفات و ذوالجلال کا برملا انہماک شاعر کے جذبہ غزلوں کا ہی آئینہ دار ہے، اور یہاں تک کہ انہوں نے اس موضوع پر جس قدر شعور و آرا نے پیش کئے ہیں، اور وہ کے سوا کس اور اردو شاعر نے شاید ہی پیش کئے ہوں۔

ادب کا مدیہ کلام نہ صرف شاعر و صحن و غزلی کا مرقع ہے، بلکہ اس میں عاشق ذات، انہی کا دل

جذبہ بھی کا مدیہ ہے، احترام و تقدس کا اظہار بھی، زیر و نظر ہے اور عقیم زندگی کا پاس بھی، محو و غافل ہے۔ اس نوع کے کلام میں اسلئے پائے کی غزل وہ ہے جو دور الہی کا بھی گہنی گہنی تھی، یعنی سہ

سستی ایسا پڑھا دیا تو سنے دل سے سب کچھ بھلا دیا تو سنے

آپ پوری غزل پر مدح جلیتے، معلوم ہو گا کہ شاعر محبت، انہی میں شاد ہو گا اور اس کی ذات بے ہمتا

پر والد شہید ابوکر شعر کہہ رہے ہیں۔ اس پوری غزل میں غضب کی حقیقت، بلا کی سادگی اور انتہا کی روانی کا رقبہ ہے۔ غضب تغزل کی جملہ روئائوں پر شعلہ یہ حمد یہ غزل اور دو شاعری میں اپنا جواب نہیں دیتی۔ مگر یہ غزل حمد پر مبنی ایسی کئی شکل غزلیں واریح کے چاندوں و دواوین میں موجود ہیں جن سے ان کی پاک باطنی کا پتہ چلتا ہے۔ علاوہ ان میں انہوں نے اپنی عشقیہ غزلوں کے درمیان ایسے حمدیہ اشعار پیش کئے ہیں جن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ واریح کوغذائی غفلت کی پر اس کی رحمانیت پر اس کی رزاقیت پر کامل یقین تھا۔ ایسا یقین جو ایک مہر مومن کے شایان شان ہے اور جس پر کبھی بھی ترنمزل روغنا نہیں ہوتا۔ اس طرح کے چند اشعار علامہ بول رہے۔

○ صبر سے زاہد نا فہم نہ سے خواروں کا	بخشنے والا بھی دیکھتے گنہگاروں کا
امید اسکی ذات سے لئے واریح چاہیے	سب منحصر ہے رحمت پروردگار پر
رحمت کے کا زمانے میں وہ غلط کچھ اور ہی	غضبش اسکی کی ہوگی جس سے غلط ہوتی
نجلت تو کہہ رہی ہے نہایت بڑا کیسا	رحمت نہ کہے گی کہ گنہگار کیوں ہوتے
اس شان میں کسی نے بیت رنگ دکھایا	جس وقت بھی چشم گنہگار ذرا سہی
واریح کو ہے اس کی رحمت سے امید	بخش دے گاہ وہ غلط جس سب کی سب
گنہگار سے گی چرمت کر لے کیا واریح نیش	مرے مولا کو ہر دم نیک ہے میرے گزارے کا
دیتا ہے وہی کافر و دیں وار کو رازی	خالی نہیں پیرتا ہے کوئی اللہ کے گھر سے
خدا جب دست چلے واریح کیا دشمن کا نیش	بعد اچھ کسی کی دشمنی سے جو نہیں سکنا
مجھ سے گنہگار کو کیسا کیا عطا کیسا	اسے واریح کیا ہی شان ہے پروردگار کی

درج بالا اس اشعار مختلف دیوان سے بغیر کسی کہ و کاوش کے منتخب کئے گئے ہیں۔ انہ اس فہم کے اشعار سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ واریح نے غزل گوئی کو عرف حسن و عشق کے انبار کا ذریعہ ہی نہیں بنایا، بلکہ ارض و سما کی مدح سرائی کا وسیلہ بھی ٹھہرایا ہے۔ نعت گوئی بھی ایک مستقل فن ہے جس کے لئے مختلف صنف و سبک کا استعمال عمل میں لایا جاتا ہے۔ واریح نے غزل ہی کے قادم کو اس اہم اور مقدس فریضے کی بجائے آوری کے لئے منتخب کیا ہے۔ ان کے یہاں حمد کی طرح ایسی متعدد نعتیں ہیں جو شکل غزل کی صورت میں پیش کی گئی ہیں جن میں حضور اکرم کی ذاتِ گلشنی سے وابہ شینعلی کا انبار بھی ہے، آپ کی رحمت کا طر پر بھر دے بھی آپ کی بدولت دنیاوی غلام سے نجات پالنے کا یقین و اتق بھی ہے اور دوزخِ شراب کے بغض و اذیت پر امتدادِ سخن بھی! چند ایک کے



تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا  
یا نبیؐ خوب ہوا خوب ہوا  
کو غم سے آزاد یا مصطفیٰؐ  
تمہیں سے ہے نسیا یا مصطفیٰؐ  
خدا سے تیرے آرزوئے محمدؐ  
کریں چشم و دل جیبتوں سے محمدؐ

دآخ کی فنکارانہ مہارت دیکھنے کو حسن و حسن جیسے پائال موضوع کے درمیان بھی وہ نبی اکرمؐ کی شان میں مدح سرائی کرنے سے نہیں چرکتے۔ اس قسم کے نصیر اشعار سے ان کا سارا کلام بھرا ہوا ہے چند اشعار کے مطالعہ سے دآخ کا حقیقی رسولؐ جیساں ہو جاتے گام۔

یہ آندو ہے اسکو میں سہرا لگاتیں گے  
وہ دآخ خاک پاتے دھلے خدا سے ہم  
وقت ہامی کی بخشش کا کیا حق سے سوال  
چہ کہاں کو نین میں میرے جیہ کا جواب  
دآخ ہامی کو ملے نصرتؐ فرود کس نصیم  
یا نبیؐ دولت اسلام کے دینے والے  
یہ ہے دآخ کی مسرتؐ میں یا مصطفیٰؐ  
نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دین

یہ کہہ دینا کہ دآخ کی شاعری کو روحانیت سے کیا واسطہ اور اس میں تعارف و معرفت کا رنگ کہاں تو یہ خیال سرسری نظر اور بے دینا ہے۔ ان کی سیرت کے ذکر میں کہا گیا ہے کہ وہ موسم و مصلوٰۃ کے پابند تھے۔ حج و زیارات سے بھی فیضیاب ہو چکے تھے مزید برآں انہیں بزرگان دین اور فقرائے بھی بے حد محبت تھی۔ عید و ہادی میں پیش تر عرس ہوتے دہتے۔ وہ ہمیشہ وہاں چینیچے کی کوشش کرتے۔ تیسرے چر تھے دو کسی نہ کسی بزرگ کی فاقہ ضرور ہوا جاتی تھی اور خاص اہتمام ہوتا تھا۔ امیر شریف کا وہ بیت احترام کرتے تھے۔ کئی بار وہاں حاضر بھی ہوتے۔ شعبہ صوفیائے کرام سے اسی عقیدت کے تحت وہ عظیم آباد کے دورانِ قیام ہر وقت شہ محمد علیؒ ابو السطائی سجدہ نشیں خانقاہ ابو السطائیہ پٹنہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے شہ صاحب دآخ سے مل کر بیت سرور ہوتے۔ انہوں نے دآخ کے عظیم آباد گئے پر مسودہ ذیل تلمذ لکھا :-

یکاتے زمانہ دآخ خوش گو  
در ملکؐ خنوری بود شہ  
در وصف کمال آں ہنرور  
وہاں دراز نفسم کو تہا  
امروزہ بار من بہرہ شش  
خبر و یک فرود یسلم اللہ

لے صبح الملک حضرت دآخ و دجویؒ فرج تارویؒ لکھ دآخ نہیں ۱۹۱۷ء سے دآخ اور بیاد پر پوری دیکھنا

مکملہ لکھنؤ پہلی ۱۹۵۳ء ص ۱۰۱۔

در پشت برائے سید آدم نور انشاں نور پاشی چوں ملے

شد بیع نیاز منہ مسرود اندوین آں رنگ از دول خواہ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر داغ روحانیت سے سروکار نہ ملے جیسے قواسم پستے کے روحانی ہنگ سے کیوں ملے اور وہ داغ کے احترام میں قطع کیوں کھینچے۔ اگر تعصب کی عینک اندر کر دیکھا جائے تو داغ کے یہاں روحانیت، معرفت اور تصوف کے ایک نہیں ایک سوا شعلہ مل جاتیں گے۔ میں ذیل میں چند اشعار درج کر رہا ہوں۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ انہیں کس کھاتے میں ڈالا جائے۔

جلوسے مری نگاہوں کوں وصال کے ہیں مجھ سے کہاں گچیں گے وہ ایسے کہاں کیوں

دل کے سوانہ کہے میں سے وہ نہ دیر میں گرے تو بس تیریں نہیں تو کبیں نہیں

پس ہے مقام دوست کے طالب کو کیا عرض جنت سے واسطہ نہ جہنم سے واسطہ

فرشتے بھی رکھیں تو گھل جاتیں آنکھیں بشر کو وہ جلوسے دکھاتے گئے ہیں

لا مکان ملک کی خبر حضرت واعظ نے کی یہ تو سوائیں اللہ کہاں دہکتے

جبروت کی ہے اپنے آپ میں تو دیکھو سے دیکھے کو دی ہے غافل یہ بتاتی ہے

ہیں اسے داغ کو رہا ملن میں درد نہ کیوں نظر نہیں آتا

کہاں کہاں دل شائق دیدنے یہ کہا وہ چمکی برقی جیستی وہ کوہ طور آیا

وہی تو ہے شہر تجلی کو شہر یکن سے تنگ ہو کر جب اس نے اپنی نور چاہی کھلا جیوں پہ رنگ ہو کر

ہمے ایک دیر و جسم کے سرفر کچھ اس دور میں کر کچھ اس دور چیل کر

تو میں تنگ سے میں تو کچھ میں سے لڑاں ہے یا میرے دوست کی گھر گھر کی ہوئی

وہ کیا در کچھ سکتا ہے اس کی جیستی جس نے ان نے اپنا جلوسہ نہ دیکھا

جہاں تیرے جلوسے سے مسرور نکلا پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا

جگسے کی جو سیر کی ہم نے کار خد ہے اک خدائی کا

ما شقی سے ملے گا اسے زابہ بندگی سے نہیں خدا رہتا

داغ جہانیاں جہاں گشت تھے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتے بھوتے تھے بچپن سے ہی سرو مسفر

میں وہ ہے فیروز چہرہ کر میں آنکھ کوئی اور خدائی قطعہ معنی میں گواہی۔ جوانی میں دام چراتے یہیں سے

داغ اور بیاد کی دیر سوزی اختر اشعرا نگار اپنی سوانہ ۱۰۰ خیر داغ عظیم آباد میں دلا شہرہ ک فیکم آبادی نگار داغ خیر میں ۱۰۰

بہتی ہوتے ہوتے ہندو، سخت اور دین گئے کھنڈو، پڑا اور کلکتہ کی سیر بھی کی، حیدر آباد جاتے ہوئے لاہور،  
 امرتسر، کشن کوٹ، اٹک، علی گڑھ، متھرا، جے پور اور شکر گول بھی گھوم آئے، وہ اس سفر و حضر میں مختلف طبق  
 کے سیکڑوں، مسافروں سے ملے تھے، قندہار، دہلی کا آخری جنرل لالہ دیکھا تھا، انقلاب ۱۹۱۷ء سے بھی دوچار  
 ہوئے تھے، رام پور، شکر گول اور حیدر آباد کی ریاستوں کے رنگ و رنگ بھی دیکھے تھے، قزاقین کے طور طریقوں  
 کا بھی مشاہدہ کیا تھا، دشمنوں کے خیمے میں بھی رہے تھے، عاصیوں کے تیرنظر کا شکار بھی ہوتے تھے، اس  
 ہر گز شہرے اور کسبے تجربے نے انہیں پختہ کار بنا دیا تھا، وہ زندگی کو پکے جس مشاق ہو گئے تھے، زمانے  
 کی جنس پران کا ہاتھ رہتا تھا، ان تمام باتوں نے ان کے مطالعے کو وسعت دی تھی اور ان کی دوزخیں  
 نگاہیں کو بڑھاتی تھیں، اسی وسعت و جلال نے ان کے کلام میں بھی تنوع پیدا کیا ہے، وہ مضمون زبان و بیان  
 سب دیکھے، معلومات و مسائل بنیادی اور شرفی و فاضلی کے سب غور میں ہیں، بلکہ ان کے کلام کا افق بے پناہ  
 ہے، اس میں تصوف و معرفت کا بھی رنگ نہیں، فلسفہ زندگی بھی بے پناہ وسعت کی باتیں ہیں، کاریجیاں کا تذکرہ  
 بھی چند مضامین، خلاق بھی ہیں، اصول و عزم کے غریب بھی ہیں، زنہ، ولی کے کوشے بھی ہیں، انسانی نفسیات کے پہلو  
 بھی ہیں، موضوعات کا تنوع اس جہاں دیدہ شخص کے یہاں نہ ملے گا تو اور کہاں ملے گا؟ آیتہ بدنام زمانہ  
 داغ کے ایسے اشعار پر بھی آپ ایک نظر ڈال کر خود ہی فیصلہ کریں، کبیرے اس دھوے میں کہاں تک صدفت ہے  
 ہماری آنکھوں نے بھی بدشاہد، جب انتخاب دیکھا، بڑائی و بھلائی و کھیں مذاہب دیکھا، ثواب دیکھا  
 کس کس کی چاہ کیسے کس کس کی آرزو، اک دل ہزار غم میں گرفتار ہو گیا  
 جو ہو سکتا ہے اس سے وہ بھی سے ہو نہیں سکتا، مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا  
 پہل ہونا میری شکل کا بہت مشکل ہے، کام دشوار وہ نکلا ہے آساں بھلا  
 بچے تھوٹے گا نہ دل، سزاخ دوست، تو کچھ تو مقصد کو تری بہت کو کیا ہوا  
 اپنی نظریں میں چپ ہے سب جہاں کی سیر، دل خوش نہ ہو تو کہاں کا کا شاہد کی سیر  
 چھ سدا غراب کو تہ ہے، نہ کوئے کوئی سیم و زرد کی تلاش، نہ کوئے کوئی سیم و زرد کی تلاش  
 اسے داغ جو کہا ہے اسے کو دیکھیں گے، انسانی کیا وہ جس کو نہ ہو سہریت کا خیال  
 آدمی ہونا بہت دشوار ہے، پھر فرشتے عرض آدم کیا کریں  
 کبھی بیٹنے کی تدبیریں کبھی مرنے کے سماں ہیں، کبھی اپنا سہا ہوں کسی میں اپنا ت آتی ہوں  
 مگر قنات نہیں انساں کو، کبھی حاصل سے فراغ نہیں  
 بڑائی نہ چاہے بڑوں سے نیل ہے، اگر ہے تو دنیا میں مشکل ہی ہے

احباب کو جہانہ اُٹھا، ابھی ہارتق

ہم خاک میں ملے وہ سبکدوش ہو گئے

ناتراستے درگتھی ہے کیا

بشر نے خاک پایا اصل پایا گیسو پایا

کچھ سہی سے قلب الیتر نہیں ہوتا

اسے داغ صدہ غم، جھراں بجا درست

پورا ہلانہ ایک بھی دل کا مسودہ

مہلک غم کو ہر مہر چارید

اُڑ گئیوں دفنا دے

ہر چند کہ سے بھی گراں تر ہے ہار مشق

آدمی کو بچے ہی گوشہ راحمت کافی

شوق ہو تو منہ زل مقصود پر

اسے داغ کیسے کام کی سستی و جوانی

تیر و بخت نہ گئی اپنی قوم نامہ نے

نفس کے آتے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری

کبھی اپنا بھی دور بخش اسے داغ

کسی شاہ کی ہے پناہ مقبوضیت کا اندازہ اس

اشعار ضرب المثل ہو کر زبانِ نو خاص و عام میں میرا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ یہ اعزاز صرف داغ کو ہی حاصل

ہے کہ ان کے بیسیوں اشعار گذشتہ اسی تہہ سال سے قبولِ عام کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں، مروجہ

اصل کے محاورے و سجع ذیل مصرعے یا اشعار خود بخود زبان پر آ جاتے ہیں

نوح پر پردہ ہے کہ چمن سے لگی بیٹھیں

وہر و راہ محبت کا سند اماں فاطمہ ہے

نہیں کھیلے داغ یا دلوں سے کہہ دو

راہ پر ان کو رنگ لاتے تو ہیں باتوں میں

کی کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں

کی بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

زبان کو کھٹ بھٹتے ہوتے

مزنج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے جس پایا

ہر آتے نہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا

یہ سب کبھی مغربیوں میں صحت ضرور تھا

فرسودہ لکھ بارتقلم ہو کے رہ گیا

یہ تھوڑی سی گز رہا تے تو چھا

کبھی گیا کسی میں تھی ہی نہیں

ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھایے

گھر کرے دل میں جو انسان تو جنت کی دے

دو ذراں پہنچیں گے سست کیا پایا دل کیا

تم اس میں جو اندیشہ فزائیں رکھتے

کہ کبھی رنگ زمانے کا ہست ابھی نہیں

یہ پوچھو تو مسافر تو نے کیا لطف سفر پایا

دور آیا تم سے تو آئے گا

اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے کسر قد

اشعار ضرب المثل ہو کر زبانِ نو خاص و عام میں میرا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ یہ اعزاز صرف داغ کو ہی حاصل

ہے کہ ان کے بیسیوں اشعار گذشتہ اسی تہہ سال سے قبولِ عام کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں، مروجہ

اصل کے محاورے و سجع ذیل مصرعے یا اشعار خود بخود زبان پر آ جاتے ہیں

نوح پر پردہ ہے کہ چمن سے لگی بیٹھیں

وہر و راہ محبت کا سند اماں فاطمہ ہے

نہیں کھیلے داغ یا دلوں سے کہہ دو

راہ پر ان کو رنگ لاتے تو ہیں باتوں میں

کی کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں

کی بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

۵ بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جاتے جنگ ہو کر

۶ ہوتے کم بہت تو نے پی بھی نہیں

۷ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

۸ جہاں بچتے ہیں نقاسے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

۹ اللہ کو سے حسن رقم اور زیادہ

داع کی شخصیت اور شاعری کے متعلق درج بالا گزارشات پیش کرنے کے بعد اس انتخاب کے

سلسلے میں یہ وضاحت بھی ضروری کہ میں نے ان کے چاروں دو ادیب کا بالا انتخاب مطالعہ کیا ہے۔  
حقاً اوس میری ہی کوشش رہی ہے کہ وہ اشعار منتخب کروں جو ان کی شاعری کے جملہ عناصر ترکیبی پر  
صیغہ ہوں۔ نیز صدیق نعیمی، صوفیانہ، اخلاقی اور دیگر مفید موضوعات پر جو اشعار نظرات ناہنجی بھی شامل  
کر لیا گیا ہے تاکہ کلام داع کا وسیع کثرت نمایاں ہو جائے۔ اگرچہ انہوں نے مختلف اصناف سخن میں  
طبع آزمائی کی تھی، لیکن حقیقت میں وہ غزل ہی کے شاعر ہیں اور اسی صنف میں کاسید و بامرو بھی ہیں۔  
لہذا غزلیات کا ہی انتخاب مل میں لایا گیا ہے۔ رہا محال اشعار منتخب کی پسند و ناپسند کا تو اس کی تمام  
ذمہ داری اس خاکسار پر ہی عائد ہوتی ہے۔

یہ بھی بتانا چلوں کہ گزشتہ سال سعودی عرب سے واپسی کے بعد میں ذہنی طور پر بہت پریشان  
تھا اور کوئی صحیح راہ نہ ملتی تھی۔ اس عرصے میں بہتری ڈاکٹر وحید انساں ڈائریکٹر قومی

ادارہ ہلے تحقیقی تاریخ و ثقافت کی ہدایت پر میں نے اپنے ڈاکٹر پیٹ کے فہم مقامے جنگ آزادی کے  
اردو شعرا پر نظر ثانی کر کے اس کی ایڈیٹنگ کر لی ہے وہ شائع کر رہے ہیں۔ پھر مددنی ڈاکٹر وحید قریشی  
صاحب مدد نشیں مقتدرہ قومی زبان نے مجھے اصطلاحات طباعت و ترمیم کی جامع فرہنگ مرتب  
کرنے کا کام تفویض کر دیا۔ یہ فریضہ بھی ادا ہو گیا۔ پھر اس کے بعد وہی جمیوں ٹاکیوں میں دوبارہ۔

اسی تیرہ ٹکڑوں میری عزیز ہستی نیو فر اور ان کے شوہر کمالندر عظیم سلطان روشنی کا مینار بن کر نور  
بھرتے اور بگے ایک ایسے خیر وقت سے ملا دیا جس نے میرے ذہن پر پڑے جوتے جلنے کو صاف بھی  
کیا اور نگلی تمام کر کے صبح دھتے پر بھی لگا دیا۔ میری مراد محترم جناب سید عبدالغنی دشمنی پیرزینہ  
اور ڈیٹ ایڈوٹا تنگ کمپنی سے چھپنوں نے میری رو داوٹم سننے کے بعد یہ ہدایت دی کہ میں داع کے  
کلام کا انتخاب کروں اور اسی کو اپنے طباعت و اشاعت کے پیشے کا بنیادی پتھر بناؤں۔ موصوف کے

حکم کو مرتزباں بنا کر میں اس کام پر آمادہ ہو گیا۔ اس مرحلے میں وہ حوصلہ بڑھاتے رہے، نوایات دیتے رہے، تکلیف کا نمونہ دیکھتے رہے، اشاعتی تحفے پر تباہ کن خیال کرتے رہے۔۔۔ اور آج ان ہی کی حوصلہ افزائی اور ہدایت و مشورے کی بدولت انقلاب کلامِ داغ کا صہبائے کرام سفرِ ہمت نام کو پہنچا، اس کام کیسویں بھی حاصل ہوتی، ذہنی سکون بھی ملا اور راجہ زنگی کے حوصلے بھی دور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ میرے رہبرِ مخلص کو جزائے خیر دے کہ ان کی بدولت منزل کا تعین ہو گیا۔

میں یہاں اپنے عزیز دوست جناب خاطر غزنوی، کفیل احمد صاحب ڈاکٹر کمرِ مطبوعات پاکستان، پروفیسر فضل احمد شمس، محمد علی حمزہ اسٹنٹ ڈاکٹر کمرِ سنٹرل سکیورٹیٹ لائبریری اور عطاء اللہ خاں صاحب کاشگریہ ادا کرنا خود پر واجب سمجھتا ہوں جنہوں نے دوا وین بواج کی تلاش میں میری بڑی مدد کی۔ ان دو دوستوں کے تعاون کے بغیر یہ انتہائی ملل خاصا مشکل ہو جاتا۔ اللہ ان سب کو خوش و خرم رکھے۔

میں اپنے دیرینہ کرم فرما محترم مولانا سید عبدالقدوس اشقی صاحب ڈاکٹر امجد زانی موقرِ عالم، لاسلامی ٹیگراچی کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی حلاوت کے باوجود مسودے کو دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائی اور مفید مشوروں سے فائدہ اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی متقدر علمی شخصیت کا سایہ ہم پر تکویرِ قسم رکھے۔ آمین!

محمود الرحمن

اسلام آباد  
۱۳ مارچ ۱۹۹۵ء

# حیاتِ داغ — ایک نظر

۱۸۳۱ء: ۲۵ مئی بدھ کے دن، دوشنبے والی کے عقد چاندنی چوک میں پیدا ہوئے۔

۱۸۳۵ء: ۱۰ اکتوبر کو داغ کے والد نواب شمس الدین خاں کو انگریزوں نے پھانسی دے دی۔ داغ کی والدہ داغ کو گھسے کر بوبارو سے دہلی آ گئیں۔

۱۸۴۳ء: داغ کی والدہ نے مرزا فخر و خلف بیابار شاہ غفر سے نکاح کیا۔ داغ بھی تعلیم داخل ہو گئے۔

۱۸۴۴ء: خاں کی راکھی سے داغ کی شادی۔

۱۸۵۶ء: ۱ جولائی کو مرزا فخر و خاں انتقال کر گئے اور داغ تلوار سے لگے۔

۱۸۵۷ء: کام چنگ آبادی رستہ میں داغ رام پور آئے۔

۱۸۶۶ء: ۱۰ اپریل کو داروغہ اسٹبل مقرر ہوئے۔

۱۸۷۵ء: حج کی سعادت حاصل کی۔

۱۸۷۹ء: پہلا دیوان "گلزارِ داغ" شائع ہوا۔

۱۸۸۲ء: اپریل میں رام پور سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ چٹنہ ٹھہرتے ہوئے جرنل میں وہاں پہنچے جلائی میں واپس رام پور آئے۔

۱۸۸۳ء: دوسرا دیوان "آفتابِ داغ" اور شہنوشی منشا داغ شائع ہوئی۔

۱۸۸۷ء: ۱ جولائی میں رام پور کی ملازمت سے استعفیٰ ہو کر رہنے آ گئے سپر منتف شہروں کا سفر کیا۔

۱۸۸۸ء: ۱۰ مارچ کو حیدر آباد پہنچے۔

۱۸۹۱ء: ۱۰ مارچ کو داروغہ اسٹبل میں مقرر ہوئے۔

۱۸۹۲ء: تیسرا دیوان "مہتابِ داغ" شائع ہوا۔

۱۸۹۳ء: ۱۰ مئی کا انتقال۔

۱۸۹۹ء: حضور نظام کے ساتھ سفر کلکتہ۔

۱۹۰۰ء: جنوری میں بلڈس گئے اور امیر معینا کی کوہِ مبارک نظام میں باریاب کرایا۔

۱۹۰۳ء: دہلی گئے اور وہاں دہلی میں شہر کٹ کی۔

۱۹۰۵ء: ۱۰ مئی کو قریب کسٹن حیدر آباد میں انتقال کیا۔ نگاہِ مصطفیٰ میں میری کے پہلو میں دفن ہوئے۔

# تلامذہ داغ

تلامذہ داغ کی تصاویر ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ ہمیشہ ہندو معروف نام درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ شاہِ اُلمشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال
- ۲۔ میر محبوب علی خاں آصف نظام دکن
- ۳۔ مولانا محمد علی جوہر
- ۴۔ جالب دہلوی
- ۵۔ آغا شہزاد دہلوی
- ۶۔ سیاح ابیکر آبادی
- ۷۔ ساقی دہلوی
- ۸۔ تیمور دہلوی
- ۹۔ نسیم بھرت پوری
- ۱۰۔ نوح ناروی
- ۱۱۔ احسن مادمروی
- ۱۲۔ تیمور بدایونی
- ۱۳۔ حسن رضا خاں حسن ریوی
- ۱۴۔ طارق گل وٹھوی
- ۱۵۔ دیباہت جہنم نوی
- ۱۶۔ محمود رام پوری
- ۱۷۔ متین محمدی شہری
- ۱۸۔ بیباک شاہ جہاں پوری
- ۱۹۔ مہر گویا داری
- ۲۰۔ بخش مسیان
- ۲۱۔ بکر مراد آبادی



گلزارِ دماغ



یہ داغ کے کلام کا پہلا مجموعہ ہے جو مطبع تاج المطابع  
رام پور میں ۱۸۷۹ء میں چھپا تھا، اس میں ۳۸۹ غزلیں  
ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد ۴۹۲۳ ہے۔



## رولف ۱

بنگ بوئے گل ہے ہر نفس یادِ الہی میں  
 قیامت تک بھرے گی دمِ نسیمِ محمد میرا  
 سلامت منزلِ مقصود تک اللہ پہنچاؤں  
 مجھے آنکھیں دکھاتا ہے ہر اک نقشِ قدم میرا  
 الہی کعبے تسلیم میں یوں باریابی ہو  
 بڑھے تھیک کہہ کر پیشتر سب سے قدم میرا  
 سب مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے  
 خدا یا دین و دنیا میں محرم تیرا ستم میرا  
 تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے  
 جو تو میرا جہاں میرا عرب میں اٹھم میرا  
 الہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر  
 چلے کونین میں نامِ محمد سے درم میرا



یہاں بھی تُو وہاں بھی تُو زمیں تیری فلک تیرا  
 کہیں ہم نے پتہ پایا نہ ہرگز آج تک تیرا  
 جمالِ احمد و یوسف کو رونق تو نے بخش ہے  
 ملاحات تجھ سے شیریں، حسنِ شیریں میں نمک تیرا  
 دُعا یہ ہے کہ وقتِ مرگ اس کی شکل آساں ہو  
 زباں پر داغ کے نام آئے یا رب یک بیک تیرا



صبرِے زاہدِ نا فہمِے مے خواروں کا  
 بننے والا بھی دیکھا ہے گنہگاروں کا  
 سرِ شوریدہ کی تسکین وہیں ہوتی ہے  
 مجھ پر احسان ہے اس کو پے کی یوازیں کا  
 ماہِ الفت کے لیے چاہیے شہرت اے دل  
 نام بکاتا ہے محبت کے خریداروں کا



گرمیرے بُتِ ہوش ربا کو نہیں دیکھا  
 اس دیکھنے والے نے خدا کو نہیں دیکھا

رہبر سے غرض کیا ہے جو منزل نظر آئے  
 کبے میں کبھی قہر نہ مانا کو نہیں دیکھا  
 اغیار کے نامے تو بہت تم نے سنے ہیں  
 منظم و مکی تاثیر دعا کو نہیں دیکھا  
 افسوس کہ فرصت میں کبھی غور سے تم نے  
 افسانہ اربابِ وفا کو نہیں دیکھا



میں وہ ہوں آتش قدم جس سے پگھلتے ہیں پہاڑ  
 موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیرِ پا  
 توڑ کر اے محتجبِ میخانے سے باہر نہ پھینک  
 آہِ میسائیں ریزہ میسٹ و ساغر زیرِ پا  
 دونوں دشمن ہیں بشر کے آسمان ہو یا زمین  
 فتنہ گر بالائے سر ہے تو قسم مگر زیرِ پا



آج راہی جہاں سے داغ ہوا  
 خزانہ عشق بے چہر داغ ہوا

کیا نشانِ وفا بھی اے ظالم  
 دلِ گم گشتہ کا سداغ ہوا  
 ایسی کیا بوسہ گنتی تم کو  
 ہم سے جو اس قدر دماغ ہوا  
 کیا اثر ہے کہ تصویر  
 اس کے ہنسنے سے باغِ باغ ہوا  
 بعد استاء ذوق کے کیا کیا  
 شہرتِ انہر اکلامِ داغ ہوا



ہماری آنکھوں نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا  
 برائی دیکھی، بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا  
 جو راہ میں تیری آ کے بیٹھے وہ فسکرِ دیر و حرم سے چھوٹے  
 کہ تیرے کوپے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا  
 جو تجھ کو پایا تو کچھ نہ پایا یہ خاکِ داں ہم نے خاکِ پایا  
 جو تجھ کو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا تم م عالمِ خراب دیکھا



کیا جانے چپ ہوں کیوں تری صورت کو دیکھ کر  
 اُمّیں میں نہیں ہوں کہ حیران ہو گیا  
 اُمّیں ہے کہ بہر عیادت وہ آئیں گے  
 آزار میری جان کو ارمان ہو گیا  
 لو لے بنو سنو کہ وہ داغِ صغم پرست  
 مسجد میں جا کے آج مسلمان ہو گیا



دل لے کے اس کی بزم میں جایا نہ جائے گا  
 یہ مدعیِ بِنسَل میں پھپایا نہ جاتے گا  
 دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح  
 یہ آسمانِ زمیں سے ملایا نہ جاتے گا  
 زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا  
 بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جاتے گا  
 اسے داغِ تجھ کو رزق کی خواہش ہے چرخ سے  
 اتنا یہ غم کھلاتے گا کھایا نہ جاتے گا



شبِ بھجراں سے موت بہتر ہے  
 خوابِ آرام سے تو آئے گا  
 لے ہی تو آتیں گے اسے ہدم  
 میرے ہی نام سے تو آئے گا  
 دل کا آنا ہے کام سے جانا  
 جانے گا کام سے تو آئے گا  
 کبھی اپنا بھی کوڑ خوش لے داغ  
 دورِ آیام سے تو آئے گا



تمہیں چاہا اگر چاہا خطا الفت پرستوں کی  
 تمہیں دیکھا اگر دیکھا گنہ امیدواروں کا  
 تراک و وعدہ دیدار و وہ بھی قیامت پر  
 پھر اس پر صبر اتنا ہوتے دل امیدواروں کا  
 کبھی بیٹھے کبھی اُٹھے کبھی لوٹے کبھی تڑپے  
 تماشا دید کے مت بل ہے تیرے بھتیزاروں کا





ہو کے خاک ہر تو کیا عشق نے اک حشر پیا  
 حسرت اُس دل پہ کہ جس دل میں یہ پنہاں ہوگا  
 زندگی عشق میں شکل ہے تو مر جاتیں گے  
 اب سے وہ کام کریں گے کہ جو آساں ہوگا  
 آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا بھی نہیں  
 آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا



کیوں تغافل ہم سے ہے چشمِ ہدایت ہی سہی  
 کیا نگاہِ ناز میں اب قہر بھی کم ہوگی  
 رات بھر کہتے رہے تم داغ ان سے دل کا حال  
 ایک شب میں اس قدر اخلاص باہم ہوگی



کی ترک سے تو مائل چننا رہا ہوگی  
 میں توبہ کر کے اور گنہ گار ہوگی  
 کس کس کی چاہ کیجئے کس کس کی آرزو  
 اک دل ہزار غم میں گرفتار ہوگی



ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا لگاؤ الفت کبھی نہ کرنا  
 تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں محسوس نہ کرنا  
 ہماری مہیت پہ تم جو آنا تو چہ را آنسو بیا کے جانا  
 دُزار ہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا  
 لئے تو چلتے ہیں حضرت دل تمہیں بھی اس آنجن میں لیکن  
 ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تھی نہ کرنا  
 وہ اک ہمارا طریق الفت کہ دشمنوں سے بھی مل کے چلنا  
 یہ ایک شیوہ تراستمر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا



نہیں معلوم اک مدت سے قاصدِ حال کچھ اُن کا  
 مزاج اچھا تو ہے یا دُشمنِ بخیر اُس آفتِ جاں کا  
 یہ کیا ہے آج غیروں سے مری تعریف ہوتی ہے  
 یہ کیا ہے خود بیاں ہوتا ہے اپنے جو پر نہاں کا  
 کس کی شرم آلودہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے  
 اسے دیکھا اُسے دیکھا اُدھر تہا کا اُدھر جھانکا

سبر فضل مجھی سے تجھ کو فل لم پر وہ کرنا تہ  
 پھر اس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے منہ ڈھالکا  
 ہوئی تھیں دیدہ مشتاق سے گستاخیاں کیا کیا  
 بسلے کو رخ نہ تھا میری طرف ان کے نگہباں کا  
 ہمارے داغ عصیاں داغ کیا کیا رنگ لائیں گے  
 گماں گزروں گا دوزخ پر بھی جنت کے گستاں کا



جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا  
 مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا  
 نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسا ہے سیلے کا  
 پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا  
 ۵ مزاج و اضطراب شوق سے عاشق کو حاصل ہے  
 وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا  
 خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ  
 ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا



زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا  
 اس طرف بھی خدام کرنا تھا  
 تھی نہ تاب بستم تو حضرت دل  
 عاشقی کو سلام کرنا تھا



جلا سے اضطراب و درد ہی بن کر ٹھہر رہنا  
 کسی صورت سے تم رہنا مرے دل میں مگر رہنا  
 گزاری میں نے ساری رات یہ کہہ کر وہ لب آئے  
 ذراے چشمِ نر تھنا ذراے دل جگر رہنا  
 ڈرو اللہ سے اے داغ دیکھو بخش میں آؤ  
 بھول کی یاد میں غافل خدا سے اس قدر رہنا



تم خدام سے برپا ہے شور و شر کیسا  
 اٹھا ہے یہ فتنہ قیامت سے پیشتر کیسا  
 سنبھل سنبھل کے بگڑتا ہے کچھ دل بیتاب  
 الہی آج یہ صدر ہے جان پر کیسا



کچھ تو تمہی بات کرنا صبح نے نہ مانی کچھ بات  
 کچھ تو سبھا جو نہ کچھ یہ دلِ ناداں سبھا  
 سہل ہونا مری مشکل کا بہت مشکل ہے  
 کام دشوار وہ نکلا جسے آساں سبھا



جے مجھ کو خبر رات کو جو تیرے تیریں تھا  
 میں گرچہ نہ تھا پاس مراد دل تو وہیں تھا  
 سب خاک ہو تیں آج مرے دل کی امیدیں  
 کل تک تو تمہی ذات سے کیا کیا نہ لیتیں تھا



غضب ہے جن پہ دل آئے کہیں بھان بن کر وہ  
 کہاں آیا کدھر آیا یہ کیوں آیا یہ کب آیا  
 بسر کیوں کر کریں گے حسد میں ہم واعظِ ناداں  
 ہمارے جدِ امجد کو نہ دان رہنے کا ڈھب آیا



مر گئے ہم تو وضع داری میں  
دوستی کی نیاہ نے مارا  
دیکھ اے داغِ اہل دنیا کو  
ہو کس عزِ جہا نے مارا



اے اہل بزمِ چشمِ مروت کو کیا ہوا  
کیوں دیکھتے نہیں مری صورت کو کیا ہوا  
جے جستوئے گانہ اے دلِ سراغِ دوست  
تو کچھ تو قصد کر تری بہت کو کیا ہوا



جو عاشقی میں خاک ہوا کیسا ہوا  
کہتے تھے آج خاک میں کوئی بلا ہوا  
کوچے میں اُسکے ہم تو قیامتِ آفاتیں گے  
انصاف پہنایا نہ ہوا آج یا ہوا



دل میں تو کفر تیرے تجھ پر غضب خدا کا  
 اسے داغِ سوتے کجہ پھر مانگنا دُعا کا  
 گردِ ذوقِ سیر ہے کچھ تو دیکھ میرے دل کو  
 یہ بھی ہے اک نمونہ جامِ جہاں نما کا  
 اس پرے نے تہارا نام اور بھی نکالا  
 یہ بھی کوئی حیرت ہے جو نام ہو حیا کا



غضب کیا ترے وعدے پر اعتبار کیا  
 تمام رات قیامت کا انتظار کیا  
 ہنسا ہنسا کے شبِ وصل اشکبار کیا  
 تسلیاں مجھے دے کے بیقرار کیا  
 تجھے تو وعدہ دیدار ہم سے کرنا تھا  
 یہ کیا کیا کر جہاں کو اُمیدوار کیا  
 فسادِ شبِ غم ان کو اک کہانی تھی  
 کچھ اعتبار کیا کچھ نہ اعتبار کیا

بھلا بھلا کے جیال ہے ان کو رازِ نہاں  
پُچھا پُچھا کے محبت کو آشکار کیا



زلفِ رسا کو دمِ تڑپیں سنبھال  
بوجھِ نہ یہ مونسے کسر پر گرا  
شوق نے آوارہ کیا تھا مجھے  
خیر ہوتی میں تھے مر پر گرا



اس نزاکت پر جاے قتل کا دعویٰ چہ خوش  
دیکھئے یہیے خیر وہ ہاتھ سے خیر گرا  
چوٹ کھاتی دل نے گر کر اس صنم کے عشق میں  
یا الہی خیر ہو یہ شیرِ پستہ پر گرا



نہ پایا کوئی بھر عشق میں رستہ گزارے کا  
شہ پہنچا اُس کنارے تک شانور اس کنارے کا



مرے اشکوں میں ہے یا تیرے دندانِ مصفا میں  
 گہر کی آبِ ہیرے کی تجلی نورِ آس کا  
 گزر جائے گی ہر صورت کو دل کیا داغِ اندیشہ  
 مرے مولا کو ہر دم فکرت میرے گزائے کا



دشتِ وحشت میں ہر اک بے سرو سامان نکلا  
 تنوِ عریاں کا مرے سایہ بھی عسریاں نکلا  
 کب وہاں مجھ سے زبوں حال کا ارماں نکلا  
 داوڑِ حشر بھی اچھتوں ہی کا خواہاں نکلا  
 شدِ مگیں چشم میں اس برقِ نظر کا جلوہ  
 ایک شعلہ سا تہر دامنِ مڑگاں نکلا  
 داغِ دل چیر کے اُس بت کو دکھانا ہی نہ تھا  
 آرزو نکلتے تو نکلتے مگر میاں نکلا



کہاں صیتِ اکیسا باغباں کس پر گریِ جہلی  
 چمن میں آتشِ گل نے ہمارا آسشیاں پھونکا

تری دُزدِ حُسن نے میرے ضمیر و خود کو لٹے لٹے رہا ہے  
 کھاتے تھے تیرا تیری برقی نگاہ کے خسر میں ماب تو اس پھونکا

عشقِ تیرا میرا نکاح تھا اور رات بھر رات بھر

کھاتے تھے تیرا تیری برقی نگاہ کے خسر میں ماب تو اس پھونکا

جان جاتی دکھائی دیتی ہے

اُن کا آنا نظر نہیں آتا

عشقِ در پردہ پھونکا ہے آگ

نظرِ بزمِ راز سے یہ جب ملانا نظر نہیں آتا

رہے ہمیشہ تیرے جلوہ دیدارِ بزمِ راز میں

نظرِ بزمِ راز سے یہ جب ملانا نظر نہیں آتا

تم ملاؤ گے خاک میں ہم کو جس کی چٹائی

نظرِ بزمِ راز سے یہ جب ملانا نظر نہیں آتا

تو نے جس دن سے کی سہائی

نظرِ بزمِ راز سے یہ جب ملانا نظر نہیں آتا



چمن چمن کو تو کانٹا پہنچا دینا چاہیے  
 لکڑیوں پریشاں ہے جس کی تو کوٹ کوٹ کے مجھے بند ہوا

تمہارے لطف و عنایت کا وہ کیا کہنا کہ وہاں پہلا  
 لفظ اس پہلے ہے کہ جس کا دُعا کیا وہی دروند ہوا  
 دف نہیں نہ ہی شیوہ جفا ہی کبھی

پسند آپ کی جو آپ کو پسند ہوا

ذاتی ہستی و عین نفسانی شجر



عرض و فایہ دیکھنا اس کی اطاعت و نظریہ  
 این میں سے نہ دل میں کچھ اعتبار آکھ میں کچھ سلاں  
 اس کی چاک پر دم قد اس کی اوپر دل نہاں ہوتا رہتا  
 این سب کے لئے وہ شمع کی گھڑائی وہ قد نہال سا  
 پوچھتے کیا ہو کون تھا ہونہ ہو وہی داغ زہر

دُور پہ تمہارے تھا مگر کوئی شکستہ حال سا

ذاتی ہستی و عین نفسانی شجر



ذلف برہم عرق آلودہ ہیں دامن چاک  
 نہ نہان لاشیں ہیں کی آغوش سے تو جان چھڑا کر نکلا  
 ہم تو بے نام و نشان آپ کی لافٹ میں ہوئے

آپ کا نام نکلتا تھا ستم گر نکلا

نام اس کا تو مرے دل میں نہاں تھا نام  
ہائے کجغت تے منہ سے یہ کیوں کر نکلا



جوش جنوں نے ساتھ دیا جوشِ حسن کا  
ٹھکڑے اُدھر نقاب اُدھر پیراں ہوا  
کوسوں تک اٹے پاؤں چلا آہ میں غریب  
جب تک مری نظریں نہ پہاں وطن ہوا  
ہاتھوں سے جو بچے تری باتوں سے مل گئے  
چٹکی میں تھا جو تیر وہ لب پر سنی ہوا



دل ہوا خاک تو اکسیر کسی نے جانا  
تھایہ جب مال تو کوئی بھی خریدار نہ تھا  
یاد نہ آتے تھے سینوں کو وہ اندازِ جفا  
یا کوئی لکھے زماں نے میں خطا وار نہ تھا



یہ داغِ بزدلِ کب آلودہ شراب نہ تھا  
 خراب آج ہوا آج تک خراب نہ تھا  
 نگاہِ شوق پر الزامِ بے تساری کا  
 تمہاری برقِ تجسّی کو اضطراب نہ تھا  
 وہ جب چلے تو قیامتِ بپائی چادرِ طرف  
 ٹھہر گئے تو زمانے کو انقلاب نہ تھا  
 جواں ہونے تو قیامتِ ہوتی خدا کی پناہ  
 وہ جب ہی فتنہ تھے جب عالمِ شباب نہ تھا



کیوں کراؤں کی نگہِ ناز سے سینا ہو گا  
 زہرِ دے اس پہ یہ تاکید کر پینا ہو گا  
 چاکِ دلِ تیغِ تغافل سے کیا ہے تم نے  
 رشتہِ تارِ نظر سے نہیں سینا ہو گا  
 غلہ میں پھر کسی کانفرنسی کا دل پہلے گا  
 گریہِ معشوق دے دماغِ زمین ہو گا



کیوں رنج دیتے دل کو جو فریاد کا ڈر ہے  
 تھی آپ کی مرضی کو یہ مضطر بھی نہ ہوتا  
 جی کس سے لگاتے شبِ فرت میں الہی  
 بہلانے کو دل گر غم دل پر بھی نہ ہوتا



تو نے آرام کچھ دیا ہے مرگ  
 زندگی کیسا رہی وہاں رہا  
 شبِ غم بھی گزر ہی جائے گی  
 نہ رہے گا نہ ایک حال رہا  
 داغ نے حالِ دل کہا ان سے  
 کچھ بھی کجغت کو خیال رہا



جب تک مرے گریہ سے طوفاں نہ ہوا تھا  
 الفت میں کوئی کارِ نمایاں نہ ہوا تھا  
 شامت مری جو میں نے میجا نہیں جانا  
 آتی تھی اجسل و رو کا درماں نہ ہوا تھا



بشر نے خاک پایا وصل پایا یا نگہ پایا  
 مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے بھر پایا  
 نفس کے آنے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری  
 یہ پوچھو تو مسافر تو نے کیا لطف سفر پایا  
 وہ میرا بھیڑنا آغ زلفت میں شکایت سے  
 وہ رکھ کر ہاتھ کالوں پر ترا کہنت کہ بھر پایا



ہم نے اُن کے سامنے آول تو خیر رکھ دیا  
 پھر کلیجا رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا  
 قطرہ خون جگر سے کی تو اصح عشق کی  
 سامنے جہان کے جو تھا میسر رکھ دیا  
 کہتے ہیں بولے وفا آتی ہے ان سُپوں سے آج  
 دل جو ہم نے لالہ و گل میں بلا کر رکھ دیا  
 زندگی میں پاس سے دم بھرنہ ہوتے تھے جلد  
 قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیوں کر رکھ دیا

دیکھتے اب ٹھوکریں کھاتی ہے کس کس کی نگاہ  
روزانہ دیوار میں ظالم نے چسک دیا



تم کو آشفۃ مزاجوں کی خبر سے کیا کام  
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا  
نہ بنا ہو یہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ  
مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھ کے زانو اپنا  
لگ گئی چپ تجھے اے داغ خیز کیوں ایسی  
مجھ کو کچھ حال تو کم بخت بتا تو اپنا



دیکھنا حشر میں جب تم پہ پھل جاؤں گا  
میں بھی کیا وعدہ تیار ہوں کہ ٹل جاؤں گا  
آؤ بل جب آؤ گریہ وقت نہ پاؤ گے کبھی  
میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤں گا





جہاں میں کیا نہ ڈھونڈا کیا نہ پایا  
 مزاج ان کا دماغ ان کا نہ پایا  
 قیامت کا کیا ہے اس نے وعدہ  
 قیامت ہے اگر تنہا نہ پایا  
 سفارش جم تری کرتے پرے دماغ  
 کچھ اُن کا تجھ سے رُخ اچھا نہ پایا



عجب اپنا حال ہوتا جو وصلِ یار ہوتا  
 کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دلِ نثار ہوتا  
 جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا  
 تمہیں منصفی سے کہہ دو تمہیں اعتبار ہوتا  
 یہ مزا خدا دل لگی کا کہ برابر آگت لگتی  
 نہ تجھے تیرا ہوتا نہ مجھے تیرا ہوتا



جلد دیکھا تری رعناتی کا  
 کیا کلیبا ہے تماشا تری کا

یار آتا ہے وہ رسوا کر کے  
 رنج کرنا مری رسوائی کا  
 آتی شوخی میں کہاں سے نکلیں  
 پڑ گئی صبرِ تنہائی کا  
 اب تصور سے بھی گھبرا آتا ہوں  
 کیسے مزہ ہے مجھے تنہائی کا  
 منہ سے بولے تو کہا آئینہ  
 کھیل کیلے تو خود آراتی کا  
 ان کی شہرت بھی مٹی جاتی ہے  
 کیسا ٹھکانا مری رسوائی کا  
 کیا تصور بھی نہ آنے لگی  
 من تو دیکھو شبِ تنہائی کا



خاطر سے یہ لہانہ سے میں مان تو گیا  
 جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا  
 دیکھا ہے بت کدے میں جہاں شیخ کچھ نہ پوچھو  
 ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

افسانے رازِ عشق میں گودِ ذلتیں ہوتیں  
 لیکن اسے جانا تو دیا جان تو گیا  
 گونا مرے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر  
 مجھ کو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا  
 ہوش و حواس تاب و توان و آغ بیا چکے  
 اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا



مجھے میکیش کو کہاں صبر کہاں کی توبہ  
 نے یا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا  
 ناوکِ یار کی واجب ہے تواضع اے دل  
 پھر نہ جاتے کہیں جہان مرا گھر آیا  
 وصل میں ہاتے وہ اتر کے مرا بول اٹھنا  
 اے فلک دیکھ تو یہ کون سے گھر آیا



میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا  
 وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

وہی موذن نے شبِ وصل اذال پہلی ات  
 ہاتے کم بہت کو کس وقت خدا یاد آیا  
 یہے سنئے اب افسانہ فرقت مجھ سے  
 آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا



اس قدر ناز ہے کیوں آپ کو کیا فی کا  
 دوسرا نام ہے وہ بھی مری تہناتی کا  
 قلعے بھی تھامے اٹھے ہیں جب اٹھے ہیں  
 یک سلف ہے نہیں خجمن آراتی کا



اُن آنکھوں کی آنکھوں سے لوں میں بلاتیں  
 میسر ہے جن کو نطفہ را تہبارا  
 بُرائی جو کی تم نے غیروں کی ہم سے  
 ہوا حال سب آشکارا تہبارا



دوستی کے پردے میں کون دشمنی کرتا  
 اس کی مہربانی ہے جو ہے مہرباں اپنا  
 واں بُرائی سے بھی اب تذکرہ نہیں آتا  
 ذکرِ خیر رہتا تھا راتِ دن جہاں اپنا



یہ ستم ظریف ستم ہے کہ تڑپتا ہی دکھا  
 جان سے تو نے کبھی کو یہ ستم مگر مارا  
 مارنا دل کا سمجھتا ہوں جہاں اکبر  
 وہی غازی ہے بڑا جس نے یہ کافر مارا  
 رہ گئی قتل گھرِ عام میں عزتِ میری  
 آج قاتل نے مجھے لاکھ میں چن کر مارا



رازدول کو قتی کہے لاکھ میں کیوں کر اپنا  
 داؤدِ حشر جدا چاہیے محشر اپنا  
 روزِ جہانم ہوں نئے روپ سے اسکے در پر  
 روزِ کہا ہوں نیا نام بدل کر اپنا

ہم کسی کام میں تقدیر کے قائل ہی نہ تھے  
 کچھ نہ بن آتی تو کہتے ہیں مقدر اپنا  
 داغ اُس کا الم اُس کا غم بھرا اُس کا  
 سینہ اپنا جگر اپنا دل مضطر اپنا



کچھ سخی سے اقبال میسر نہیں ہوتا  
 ہر آئینہ گردِ داغ سکندر نہیں ہوتا  
 رہزن ہی سے ہم پوچھتے ہیں راہِ محبت  
 جب ہم کو میسر کوئی رہبر نہیں ہوتا



ہو گناہِ نشاں مہر و محبت یہ ہیں کہیں  
 ڈھونڈو چہرے داغ لے کے جہاں مزار کا  
 اٹھنا ہی تیری بزم سے دشوار تھا بے  
 اس پر سنبھانا دل بے اختیار کا



نکلی پیام بر کی زباں سے نہ کوئی بات  
 کلمِ بہت اُس کے سلسلے میں ہو کے رہ گیا  
 پورا ہوا نہ ایک بھی اس دل کا مسودہ  
 نہ سودہ لاکھ بار تم ہو کے رہ گیا  
 اے داغِ ہم نہ دیکھ سکے روزِ حشر کچھ  
 سرِ غفلت گت ہے غم ہو کے رہ گیا



ہر جہاں پر یہ وفا ہے کہ تمہارا شکوہ  
 دل میں رہنے نہ دیا منہ سے نکلنے نہ دیا  
 شوق نے راہِ حجت میں ابھارا لیکن  
 ضعف نے ایک بھی گرتے کو سنبھلنے نہ دیا  
 عقل کہتی تھی نہ لکھ دفترِ مطلب اس کو  
 شوق نے ایک بھی مضمون بدلنے نہ دیا



سن سن کے جو چلتا ہے وہ شوخ کہاں ابرو  
 ایک ایک سے کہتا ہے جو تم ہے شبابِ ایسا

جب خواب میں آتے ہو نہ مجھ سے چھپاتے ہو  
مشتاق سے شرم ایسی عاشق سے حجاب ایسا



بہیں زمانے میں بنام تیری خونے کیا  
دلِ فریفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا  
ستم کیا تو مرے دل کی آرزو نے کیا  
مجال ہے یہ کہوں تجھ سے میں کہ تو نے کیا  
خاک و رنگ نے مشہور گل کو بونے کیا  
جہاں میں شہرہ بہار اُرخِ نگو نے کیا  
اسی کو گردشِ دوراں سمجھ گئے میکش  
جو دُور شیشہِ دیما نہ دُسو نے کیا  
کھلا میں اُن سے تو وہ اور دُعا مجھ سے رکے  
نخا تو ان کو مری شرحِ آرزو نے کیا



تو وعدہ کر کے مجھ سے مری جان پھر گیا  
حق سے پھرا جو قول سے انسان پھر گیا



چپ کر کہاں گئے تھے وہ شبکو کو میرے گھر  
 سو بار اُن کا آکے نگہب ان پھر گیا  
 لاتے تھے کوئے یار سے ہم داغ کو ابھی  
 لو اس کی موت آتی وہ نادان پھر گیا



غضب ہے انتظارِ وعدہ حشر  
 نہیں کہہ کر ٹکراتے تو اچھا  
 مبارک خضر کو ہو سحر جاوید  
 یہ تھوڑی سی گزر جاتے تو اچھا  
 نگاہِ یارِ دل کو لوٹتی ہے  
 یہ مہماں اپنے گھر جاتے تو اچھا



یاد ہے کہنا وہ کسی وقت کا  
 ہوش میں آؤ تمہیں کیا ہو گیا  
 داغ وہ بہتر ہے جو مرہم بنا  
 درد وہ اچھا جو دوا ہو گیا

آپ سے اقرار کے سچے کہاں  
 وعدہ کیا اور وفا ہو گیا  
 یہ تو نہ تھی کوئی مکر نے کی بات  
 حرفِ خوش آمد بھی بگلا ہو گیا  
 سب مجھے دیوانہ بننے لگے  
 لودہ تمہارا ہی کہا ہو گیا

## رولیف ب

پہلے تو میری گزارش سُن کے وہ چپ ہوئے  
 کیا کہوں پھر کیا بلا عرضِ مکر کا جواب  
 خط تمہارا ہم کو پہنچا ہے فقط اتنی رسید  
 واہ کیا لایا ہے ت صد میرے دفتر کا جواب  
 اُمتِ حاصی کی بخشش کا کیا حق سے سوال  
 ہے کہاں کو نہیں میں میرے پیہر کا جواب



کیوں کہا تھا کسی سے کیا مطلب  
 اسی کہنے سے کھل گیا مطلب  
 خون ہونے کو خاک ہونے کو  
 یا مراد دل ہے یا مرا مطلب  
 دل میں گٹ گٹ کے رہ گئی حسرت  
 اب پہ آ کے رہ گیا مطلب



ہم مٹ گئے تو پریش نام و نشان ہے اب  
 اس کی تلاش کر کر محبت کہاں ہے اب  
 تم پارہا ہی مگر ایش تو سوچ لو  
 کچھ دیکھ ہی آیا ہے جو دل بدگماں ہے اب

## رولف پ

مہرباں ہو کے جب ملیں گے آپ  
 جو نہ ملتے تھے سب ملیں گے آپ

دُعا رخصت یہ پھیٹر تو دیکھو  
 مجھ سے کہتے ہیں کب ملیں گے آپ  
 کارواں کی تلاش کیا ہے دل  
 آکے منزل پہنچیں گے آپ



برسوں آنکھوں میں ہے آنکھوں سے پھر کر دل میں آنے  
 راہِ سیدھی تھی مگر پیچھے بڑے چکر سے آپ  
 اپنے سینے سے دبا دیجے ذرا سینہ مرا  
 چور کیجے بیشمار دل کو اسی پتھر سے آپ  
 حضرت زاهد نکل آیا فلک پر آفتاب  
 پیر و مرشد آب تو اٹھنے بیگم کے در سے آپ  
 کیوں جنابِ داغ یاد اللہ میری یاد ہے  
 بھیس بدے رات کو آتے تھے کسکے گھر سے آپ



## رولیف ت

کب بات ہو بغیر خوش آمد و ہاں درست  
 وہ نا درست بھی جو کہیں کہتے ہاں درست  
 تھوڑے سے دن بہار کے میں کس اُمید پر  
 کرتے ہیں اپنا مرغِ چمن آستیاں درست  
 کچھ میں بھی اپنا حالِ طبیعت بیاں کر دوں  
 مگر ہو مزاج آپ کا اے مہرباں درست



اللہ کرے تو بھی ہو بہارِ محبت  
 صدقے میں چھیش تیرے گرفتارِ محبت  
 کچھ تذکرہ عشق رہے حضرتِ ناصح  
 کانوں کو مزہ دیتی ہے گرفتارِ محبت  
 دل ببول نہ جانے کسی مڑگاں کی کھٹک کو  
 کچھ چھیڑ رہے اے خلشِ خارِ محبت

ثابت قدم ایسے رہو الفت میں نہ ہوں گے  
 تھاہم کو تہ تیغ بھی اتسارِ محبت  
 واعظ کی زباں پر تو وہ کلمے ہیں کہ گویا  
 بخشے ہی نہ باتیں گے گنہگارِ محبت



تو نہ کر خوفِ شباب بہت  
 ہم نے دیکھے ہیں انقلاب بہت  
 شعلہٴ روسیخڑوں نظر آئے  
 ہیں زمیں پر بھی آفتاب بہت  
 آتی کس کی نگاہ میں شوخی  
 ہے زمانے کو اضطراب بہت  
 شام ہونے دوپہے جانا  
 ہے ابھی تیز آفتاب بہت  
 کچھ سمجھ کر وہ ہوئے خاموش  
 تھے مری بات کے جواب بہت



## رولف ج

انجمنِ محبت پہ کریں خاکِ نظر آج  
انسان ہے مبہور نہیں کل کی خبر آج  
جہان ہے وہ غیرتِ خودِ شید و مہر آج  
دن آج ہے رات آج ہے شام آج ہے بحر آج  
موسیٰ نے نہ دیکھا تھا سِرِ طور وہ جلوہ  
دیکھا ہے جو کچھ جم نے پسِ روزِ نِ در آج  
امید یہ کہتی ہے وہ آتے ہیں ٹھہر جا  
ہے یاس کی تانید کہ دنیا سے گزر آج  
بسل ہی کیا اس کو جسے خواب میں دیکھا  
سوئے میں بھی لڑتی رہی قاتل کی نظر آج  
وعدے پر مرے ان کے قیامت کی ہے تکرار  
اور بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے اُدھر آج  
یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تنہا  
کیا ہو مرے قابو میں تم آج اب تو اگر آج

## قطرہ

وہ میں کہ مرا قصر ہر اک رشک دارم تھا  
 بستر ہے گدایانہ سر راہِ گمراہ آج  
 وہ میں کہ مری عرشِ پتھی منزلِ عالی  
 کرتی ہے زمیں بھی مے قدموں سے حذر آج  
 سامانِ تہادینا کامرے واسطے موجود  
 دنیا سے گزرنے کو نہیں زادِ سفر آج  
 بازارِ محبت میں یہاں غیر نے کیا کیا  
 ہم کو نہ ملا ایک بھی پتھر کا جب گرج آج



اے بے خودی وہ آئیں تو میں آپ میں نہ آؤں  
 وہ بھی تو میری طرح کریں انتظار آج  
 برسوں سے لگ رہی تھی اب بامِ بک ٹہنی  
 تنک تنک کے گر پڑی لگہ انتظار آج





## رویف چ

غربت کے رنجِ فادہ کشی کے ملال کھینچ  
 اسے داغِ پرِ زمانہ سے دستِ سوال کھینچ  
 نازک بہت ہے رشتہ الفتِ ٹوٹ جانے  
 اتنا نہ اپنے آپ کو اسے مرجھال کھینچ



یوں مصوٰرِ یار کی تصویر کھینچ  
 کچھ ادا کچھ ناز کچھ تفسیر کھینچ  
 کیوں کہلتا ہے عیشِ خارِ عشق  
 یا نکل یا دامنِ تاشیر کھینچ  
 دامنِ یوسف اگر کھینچا تو کیا  
 اسے زلیخا دامنِ تاشیر کھینچ



## رولیف ح

پکارتی ہے غموشی مری فغاں کی طرح  
 نگاہیں کہتی ہیں سب رازِ دل زباں کی طرح  
 جلا کے داغِ محبت نے دل کو خاک کیا  
 بہار آتی مرے باغ میں خنزاں کی طرح  
 جیانیے روک یا جذبِ دل نے کھینچ لیا  
 چلے وہ تیر کی صورت کھینچنے مکاں کی طرح  
 یہ سترِ راہ ہوا کس کا پاس رسوائی  
 رکے ہوئے ہیں مرے اشک کا وصال کی طرح  
 یہ دل ہے آپ کا گھر رہیے شوق سے لیکن  
 شکیب و راحت و صبر و قرارِ جاں کی طرح



جب یہ کہا مرتے ہیں کہتے ہیں وہ  
 مرنے لگتے اہلِ عدم کی طرح

غیر کے آگے وہ مرے حال پر  
لطف بھی کرتے ہیں ستم کی طرح

## رولیف خ

ہوتی جب سے زبانِ یار گستاخ  
خوش مدگو ہوتے ناچار گستاخ  
نگاہِ مست کچھ یوں کہہ رہی ہے  
کہ جیسے ہو کوئی مے خوار گستاخ  
مجھے پاسِ ادب نے روک رکھا  
کیا تھا شوق نے ہر بار گستاخ  
تری رحمت اگر حامی نہ ہوتی  
نہ ہوتے کافر و دیں دار گستاخ  
تہہِ خنجر رہے پاسِ ادبِ داغ  
نہ ہوتا مرتے دم زہار گستاخ



## ردیف د

جس دل کو لگی ہو وہ مگرے خاکِ فغاں بند  
 کیجے تری فریاد پہ کس کس کی زباں بند  
 موت آتی ہیں ہاتے دم عرضِ تنہا  
 دل کھلنے نہ پایا کہ ہوتی اپنی زباں بند  
 مقبول نہ ہوں گی کسی مے کش کی دھڑکیں  
 مے خانہ کا دروازہ نہ مگر پہرِ مفاں بند



پھپھتی ہے کب پھیلتے سے اے خوب بُرپند  
 آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں کہ آیا ہے تو بُرپند  
 خاموش سنتی رہتی ہے پہرِ دل شبِ فراق  
 تصویرِ یار کو ہے مری گفتگو بُرپند  
 آنسو گرا جو آنکھ سے تقدیر نے کہا  
 ملتے ہیں دیکھ خاک میں یوں ابرو بُرپند



نہ ہو کیوں کر افضل ہمارا محمدؐ  
 کہ ہے اپنے چیلے کا پیارا محمدؐ  
 ابھی یہ عشر میں ہم کہتے تھے  
 کہاں ہے کہاں ہے ہمارا محمدؐ  
 شیعہ اُمم روزِ مشربس ہو  
 ہمیں ہے تمہارا سہارا محمدؐ  
 بلا لودینے میں پھر دُعا کو تم  
 نہیں ہند میں اب گزارا محمدؐ

## رولیف ذ

لاکھ لکھے انہیں اندوہ و من کا کاغذ  
 کب وہ پڑھتے ہیں کسی سوختہ تن کا کاغذ  
 آتشِ رنگِ جنا سے ترے ہاتھوں میں لگا  
 جل نہ جاتے کہیں اس سوختہ تن کا کاغذ

اشکِ خونیں سے میں لکھ لکھ کے مٹا دیتا ہوں  
 اپنے حالِ دل پر رنج و محن کا کافِ نہ  
 غور سے ہم نے جو دیکھا تو صفت سے تیری  
 کوئی خالی نہیں اور بابِ سخن کا کافِ نہ

## رولیف

وہی تو ہے شعلہٴ تجلی کہ دشتِ بین سے تنگ ہو کر  
 جب اُس نے اپنی نو چپ ہی کھلا سینوں پر رنگ ہو کر  
 نہ دیکھو دیکھو تم آئینے کو کہ مجھ کو درخت ہے ہولِ ہر دم  
 کہیں نہ جم جائے عکس اس کا رخ مصفا پر رنگ ہو کر  
 نہ وہ نظامِ نہ وہ اشائے نویں غزے نہ وہی چشمک  
 غضب ہے پابندِ شرمِ شہری نگاہِ کچھ شوخ و تنگ ہو کر  
 بصرے ہوتے ہیں ہزارِ ارمالِ پھر اس پر ہے حسرتوں کی قمر  
 کہاں نکل جاؤں یا ابھی میں دل کی وسعت سے تنگ ہو کر  
 جھکی نہ چشمِ جنگو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی !  
 بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر



ہوتے ایک دیرِ حرم کے مسافر  
کچھ اس راہ چل کر کچھ اس راہ چل کر  
رہِ عشق کی شو کریں، ہم سے پوچھو  
کہ سنبھلے ہیں گر گر گڑے ہیں سنبھل کر



ناکارۂ و ناداں کوئی مجھ سے بھی نہ ہوگا  
آیا نہ بھمربے ہنسی مجھ کو ہنسر اور  
ہم جانتے ہیں خوب تری طرزِ ننگہ کو  
ہے ہنسر کی آنکھ اور محبت کی نظارہ



کہا نہ کچھ عرضِ مدعا پر وہ لے رہے دم کو مسکا کر  
سنائے حال چکے چکے نظر اٹھاتی نہ سراٹھا کر  
تری محبت نے مار ڈالا ہزار ایذا سے مجھ کو ظالم  
رُلا رُلا کر گھٹلا گھٹلا کر جلا کر مٹا مٹا کر

— تمہیں تو ہو جو کہ خواب میں ہو تمہیں تو ہو جو خیال میں  
 کہاں چلے آنکھ میں سما کر کدھر کو جاتے ہوں میں آ کر  
 نگہ کو بے باکیاں سکھاؤ حجابِ شرم و حیا اٹھاؤ  
 بھلا کے مارا تو خاک مارا لگاؤ چوٹیں جتا جا کر



حسرتیں اترا رہی ہیں آرزوئیں شاد ہیں  
 میری قسمت دیکھ کر میرا مقتدر دیکھ کر  
 وہ خوشی بھی دید کے قابل ہے حب ہوتا ہے شائ  
 مضطرب کو مضطرب مضطرب کو مضطرب دیکھ کر

## ردیف ز

مری کثرتِ گنہ کی کوئی حد نہیں رہی ہے  
 نہ غمِ ہذا ب مجھ کو نہ غمِ حساب ہر گز  
 نہ مزاجِ یار بد لانا مرا نصیب پلٹا  
 نہیں اے فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہر گز



## رولیف س

کیا بے مروت خلق ہے سب جمع ہیں بیل کے پاس  
 تہنا مرا قاتل رہا کوئی نہیں قاتل کے پاس  
 نالہ ابھی نکلا نہیں لب سے کہ آپہنچا اثر  
 جاتے ہیں ارباب کرم خود دوڑ کر قاتل کے پاس  
 رہبر نے راہ عشق میں برسوں دیئے چکر مجھے  
 ظالم سے جب پوچھا کہ اب آگئے منزل کے پاس  
 غربت میں عادت ہو گئی صد افردی کی مجھے  
 کھڑا کے پھر جاتا ہوں میں آتا ہوں جب منزل کے پاس

## رولیف ش

کسی کو گردش کعبہ کسی کو گردش دیر  
 ہمیں پسند تری جلوہ گاہ کی گردش  
 وہ اور بھول کے یوں میرے گھر چلے آئیں  
 مگر نصیب سے لے آئی راہ کی گردش



وہی دوست ہیں وہی آشنا وہی آسمان ہے وہی زمیں  
عجب اتفاقِ زمانہ ہے کہ بشر نہیں ہے بشر سے خوش  
وہ گل ہو اور نفل رہ ہو یہ نظر ہو اور اشتہار ہو  
کبھی شاد جلوتہ بام سے کبھی سیرِ روزگار سے خوش  
وہ تو حوریانِ بہشت ہیں کہ ہر اک فقیر سے شاد ہوں  
یہ تاجانِ ہند ہیں زاد و یہ حریف ہیں زار سے خوش

## رولف ص

ہاتے ساقی کا تخلص مجھ سے  
اُد مجھ رند سے آشنام کی حرص  
فتنہ گر وہ بھی ہوتی ہے مشہور  
تھی قیامت کو ترے نام کی حرص  
مل گئی میری سیدہ بخت میں  
دیکھنا زلفِ سیدہ نام کی حرص

غیر کے ڈھنگ اڑاؤئے آغ  
ہے اگر راحت و آرام کی حرص

## رولیف ض

آتے وہ بے وفا یہاں اس کی بلا کو کیا غرض  
جاتے در قبول تک میری دعا کو کیا غرض  
جوش ہے اب شباب کا خاتمہ ہے حجاب کا  
اس نگہ شریعہ شرم دیا کو کیا غرض  
اس کی گلی سے آئے کیوں نہ کہتے زلف لائے کیوں  
مجھ کو صبا سے کیا امید مجھ سے صبا کو کیا غرض

## رولیف ط

مطلب نکال لیتے ہیں سب حرف حرف سے  
پڑھتے ہیں وہ صبح جو کہتے ہیں ہم غلط

تعاریفِ حسنِ ثمن کے وہ بولے بہت بجا  
 مضمونِ شوقِ پڑھ کے کہا یک قسم غلط  
 تجھ سے یقین کیا نہ وجہ وجہا بجا  
 چشمِ وفا و الفت و مہر و کرم غلط

## رولف ظ

قول و قسم کی شرط ملاقات کا لحاظ  
 انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ  
 دامنِ جھٹک جھٹک کے چھٹرایا ہزار بار  
 تم کو ہوا نہ خک مری بات کا لحاظ  
 دیکھو! دھڑٹھاؤ نظر ہو چکی جیب  
 کیا جانتا نہیں کوئی اس گھات کا لحاظ  
 اتر رہی ہے وصل پر انکار بھی نہیں  
 اس بات کا لحاظ نہ اس بات کا لحاظ



## رولیف ع

چھپتی ہے کب چھپاتے سے اہل کرم کی شان  
ہوتی ہے خود بخود دلِ ساقی کو اطلاع  
ہم تشنہ کام بزم سے اُٹھ آتے لاکھ بار  
اس کی نہیں ہے باقی مصلحت کو اطلاع  
مرتا ہے کون عشق میں کس نے کیا ہے شمار  
قاتل کو اطلاع ہے ذبیل کو اطلاع

## رولیف غ

مانندِ گل ہیں میرے جگر میں چراغِ داغ  
پروانے دیکھتے ہیں تماشائے باغِ داغ  
ناریکی لحد سے نہیں دل جلے کو خوف  
روشن رہے گا تا بہ قیامت چراغِ داغ



## رولف ف

کشتی نہ ہوتی تھی کسی نامراد کی  
چلتی ہے آج صبح سے بادِ سحر خلاف  
انوس کچھ نہاہ کی صورت نہیں رہی  
قسمتِ رادھر خلاف طبیعتِ ادھر خلاف



کیوں نہیں تم مجھ سے میری جان صاف  
چاہتے انسان سے انسان صاف  
خدا نہ دل کی صفاتی ہو گئی  
پھر نہیں مجھ سے مرا ہمان صاف

## رولف ق

مہربانی کی ایک راہ تو ہو  
گرسٹلنے کے ہیں ہزار طریق

خواب میں تم کو کس نے روکا ہے  
 آنے جانے کے ہیں ہزار طریق  
 ابھی کلم حسن ہو تم نہیں واقف  
 دل دکھانے کے ہیں ہزار طریق  
 داغ اب فادہ مست بن بیٹے  
 مانگ کھانے کے ہیں ہزار طریق

## ردیف ک

دُعا مانگے دلِ غمگین کہاں تک  
 کہوں میں دم بدم آئیں کہاں تک  
 تیرے بیمار کو آتی نہیں موت  
 پڑے جلتے کوئی نہیں کہاں تک  
 تڑپنے دو ابھی میں بھی تو دیکھوں  
 وہ دیتے ہیں مجھے تسکین کہاں تک



## ر د ی ف گ

راہ میں اُن کو دھم تھا کوئی نہ بدگمان ہو  
 آتے تو ساتھ ساتھ وہ مجھ سے مگر الگ الگ  
 کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے  
 لاتے ہیں اُس کی بزم سے یارِ خبر الگ الگ  
 صبحِ شبِ وصال میں پاؤں پہ اُن کے گر پڑا  
 کھنسنے لگے وہ ناز سے وقتِ سحر الگ الگ  
 میں ہوں اوجھ تو وہ اوجھ میں ہوں یہاں تو وہ وہاں  
 رہتے ہیں مجھ سے دُور دُور آٹھ پہر الگ الگ

## ر د ی ف ل

مجھ سے نہ مانے کو پروردگارِ دل!  
 آشفستہ دلِ فریفتہ دلِ بھیرا دل  
 مشہور ہیں سکندر و جم کی نشانیاں  
 اے داغِ چھوڑ جاتیں گے ہم یادِ نگارِ دل





ہوا زمانہ پسیری عذاب میں داخل  
 جوان تھے تو جوانی تھی خواب میں داخل  
 کسی نے دستِ تپتی سے ایسی چٹکی لی  
 سکونِ دل بھی ہوا اضطراب میں داخل  
 یہاں ادا تے نموشی کو ہم جفا کجے  
 وہاں جواب نہ دینا جواب میں داخل



بہر عیادت آج وہ آکر یہ کہہ گئے  
 ہو زندگی عزیز جسے کیوں لگاتے دل  
 جو بڑا سپہرِ ظلم بتاں سہہ گئے بہت  
 رستم وہی ہے جس نے اٹھائی چٹائی دل  
 کہتے نہ تھے وہ سن کے برا مان جاتیں گے  
 اے داغِ اُن سے اور کہو ماجرے دل



## ردیف م

قصہ صحرا ہے دل ویراں کے ساتھ  
اک بیاباں لے چلے ہیں گھر سے ہم  
کیا کہیں کس سے کہیں کس کے لئے  
پھرتے ہیں چاروں طرف مضطر سے ہم



مجبور اپنے مشیوہ شرم و حیا سے تم  
تا چار اضطرابِ دل مبتلا سے ہم  
یہ آرزو ہے آنکھ میں سرمہ لگائیں گے  
اے داغِ خاک پائے رسولِ خدا سے ہم



شبِ وصال نہ چُستے بنو حیا کے تم  
جفا کے تم سے گلے ہم کریں وفا کے تم  
مزا ہو حشر میں دونوں ہوں ایک بار طلب  
ہماری ساتھ چلو سنا خدا کے تم

کہیں نہ حضرت دل ہم سے تم دف کرنا  
ہمارے دوست پرانے ہو اب تلک تم

## رولف ن

کیا کیا فریب دل کو دیئے اخطراب میں  
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں  
حوروں کا انتقار کرے کون حشر تلک  
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں



کبھی جھلکا ہوں شیشے پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر  
مری بے ہوشیوں سے ہوش ساتی کے بکھرتے ہیں  
ابنی دیدۂ دل تو نہ ٹھہرے رہ گزر ٹھہرے  
بہیں حسرت گذشتی ہے کہیں صدمہ گزرتے ہیں



دل بے تاب کے تڑپنے سے  
 آگئی تھی جان جسم بے حس میں  
 تم پہ عاشق نہ ہوں تو کس پہ ہوں  
 تم میں جو بات ہے وہ ہے کس میں  
 گر کہا تم گلے سے مل جاؤ  
 مل گیا زہر کون سا اس میں



جب کہا اود بھی دُنیا میں حسیں اچھے میں  
 کیا ہی جھنڈا کے وہ بولے کہ ہیں اچھے میں  
 بُت وہ کافر ہیں کہ اے داغ خدا ان سے پچائے  
 کون کہتا ہے یہ غارت گردیں اچھے میں



بھر دیں عجب ادائیں اُس شوخِ سیمِ تن میں  
 اک ٹیڑھ سا دُگی میں اک میدھ بانگین میں  
 مطلب کی پھیٹرائُن سے چنہاں سخن سخن میں  
 چاہیہ کہ داغِ پُر فن کیا ہے اپنے فن میں

یہ شوقِ خود ساقی کیا کچھ جنوں سے کم تھا  
 بے تاب تجھ کو لایا خلوت سے انجمن میں  
 یہ کیا کہ دل میں آؤ تو خاک میں ملاؤ  
 رونقِ ہوا انجمن کی بیٹھو جس انجمن میں



سازِ یہ کینہ ساذ کیا جانیں  
 ناز و لرزے نیاذ کیا جانیں  
 کب کسی دُر کی جُست ساقی کی  
 شیخ صاحبِ ناز کیا جانیں  
 جو رہِ عشق میں تدم رکھیں  
 وہ نشیب و فراز کیا جانیں  
 پوچھے میکشوں سے لطفِ شراب  
 یہ مزا پاکباز کیا جانیں  
 حضرتِ خضر جب شہید نہ ہوں  
 لطفِ عمر دراز کیا جانیں  
 جو گزرتے ہیں داغِ پر صدے  
 آپ بندہ نواز کیا جانیں

الفت جتایے تو غلط جھوٹ 'نا درست  
 دل مانگئے تو کہتے ہیں کیا 'بدھڑ کہاں  
 آغا نہ شوق میں نہیں انجم کی خبر  
 اس بہت دکانی دیکھئے نکلے خبر کہاں  
 مے خانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ  
 ہر ایک پوچھا ہے کہ حضرت ادھر کہاں



نامے کرنے دلِ ناکام بُرے ہوتے ہیں  
 کھڑے کاموں کے انجام بُرے ہوتے ہیں  
 چھڑ مشوق سے کیجے تو ذرا قسم تم کر  
 روز کے نام و پیغام بُرے ہوتے ہیں  
 راہ پر حضرت زاد کو لگا ہی لاسے !  
 کساح تو یہ سب مے آشام بُرے ہوتے ہیں



لگا کے باتوں میں لے آئے ہم انہیں گھر تک  
 ہزار ہم پہ ہوئے گویا عتاب رستے میں

وہ رستہ کاٹ کے چلتے ہیں اس لئے مجھ سے  
 کم کچھ کہے نہ یہ خباہت خراب رستے میں



غیروں کی دوستی پر کیوں اعتبار کیجئے  
 یہ دشمنی کریں گے بیگانے آدمی ہیں  
 کیا چور ہیں جو ہم کو دریاں تہا راتوں کے  
 کہہ دو کہ یہ توجہ نے پہچانے آدمی ہیں  
 ناصح سے کوئی کہہ دے کیجے کلام ایسا  
 حضرت کو تاکہ کوئی پہچانے آدمی ہیں  
 میں وہ بشر کہ مجھ سے ہر آدمی کو نفرت  
 تم شیع وہ کہ تم پر پروا نہ آدمی ہیں  
 شہابش داغ تجھ کو کیا تیغ عشق کھاتی  
 جی کرتے ہیں وہی جو مروانے آدمی ہیں



میکشو مشرودہ کہ گھنٹ گھنٹاتیں آئیں  
 تم پر رحمت ہوتی تو بہ پہ بلائیں آئیں

موت نے مجھ کو پکارا کہ مرے قاتل نے  
 آئیے آئیے مقتل سے نہدائیں آئیں  
 کیا بڑی بات تھی باتوں میں اسے بہلاتا  
 نہ گئے آتے دباں پر نہ دُعائیں آئیں  
 آہستہ دیکھتے ہی بیٹھ گئے تمام کے دل  
 پھر کیا آہ مجھے کیوں یہ ادائیں آئیں



ہم تری بزم سے اسے یار چلے جاتے ہیں  
 لے چلے جاتے ہیں ناچار چلے جاتے ہیں  
 اس کا کو چپ ہے کہ ہے عرصہ مشربادب  
 سیکڑوں طالب دیدار چلے جاتے ہیں  
 گرچہ سوسو میں تنافس کہ نہ جانے کوئی  
 ان نگاہوں کے مگر وار چلے جاتے ہیں  
 ہم نہیں جانتے کچھ دیر و حدم کا راستہ  
 ہم سے عشق میں سرشار چلے جاتے ہیں





دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں  
 دو چہرہ دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں  
 کیسا نظارہ کس کا اشارہ کہاں کی بات  
 سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں



تجھ میں تاثیر ہو گئے کششِ دل کچھ بھی  
 تو وہ دوڑے جوتے دم بھر میں چلے آتے ہیں  
 آپ حسرت میں نہ اراں ہیں نہ میں سو گداز  
 کس نے پھر دلِ مضطرب میں چلے آتے ہیں



جبرِ ساقی تری دلیں پر کچھ سرخسِ رختی  
 اپنی تقدیر کے لکھے کو مٹاتا ہوں میں  
 ایک نظارہ گلشن کی ہو کس باقی ہے  
 رخصت اے گنجِ قفس پھر بھی آتا ہوں میں



باغ میں ٹھل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں  
 انگلیاں سُڑاٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں  
 درختِ صمد کو لگی اے دلِ شائقِ جمال  
 دیکھتے ہم کو بگڑتے ہیں کہ وہ آتے ہیں  
 دل و جہاں پاس سے جاتے ہیں کہ وہ جاتے ہیں  
 صبر و ہوش و خرد آتے ہیں کہ وہ آتے ہیں



جھانکے شکوے پر صاحبِ نگاہ کیوں پھیری  
 جواب دو، میں تم سے کلام کرتے ہیں  
 تری گلی سے نکلتا ہیں قیامت ہے  
 قدم قدم پر ہزاروں مقام کرتے ہیں  
 وہی تو عشق کہ جو قیس و کوہکن نے کیا  
 یہ کام خوب تھا اے غلام کرتے ہیں



رازِ الفت چھپ سکا ہم سے نہ اس کے روبرو  
 صاف دل کی حسرتیں منہ پر نمایاں ہو گئیں

سیکڑوں دل ہو گئے انداز پر تیرے نشان  
سیکڑوں جانیں تری چتون پہ قرباں ہو گئیں  
داغ اب یوسف کہاں سیلی کہاں شیریں کہاں  
جو حسیں شکلیں تھیں زیرِ خاک پہناں ہو گئیں



دل کو پہلاؤں کہاں تک کہ بہتا ہی نہیں  
یہ تو بیمار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں  
دن ڈھلے آنے کا وعدہ ہے کسی سے سیکھ  
آج یہ دن وہ قیامت ہے کہ ڈھلتا ہی نہیں  
تیرہ بختی نہ گئی اپنی تو جہانما ہم نے  
کہ کبھی رنگ زمانے کا بدستابی نہیں



حضرت دل آپ میں جس دھیان میں  
مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں  
اُس سے پوچھو تم مری آشفتمی!  
زلف کہہ بے گئی تباہے کان میں

دل کی قیمت اک ٹکڑا ہے اے صنم  
اگے جو آئے ترے ایمان میں



آنکھ پڑتی ہے کہیں پاؤں پڑتا ہے کہیں  
سب کی ہے تم کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں  
کہے جانا بھی تو بت خانے سے ہو کر زاہد  
دور اس رام سے اللہ کا گھر کچھ بھی نہیں  
اک جفا تیری جو کچھ بھی نہیں تو سب کچھ ہے  
اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں



کہاں وہ گئے عیش و عشرت کے دن  
مصیبت کی راتیں ہیں آفت کے دن  
گزر جائے ہنس بول کے کوئی دم!  
کہ نزدیک آئے ہیں رخصت کے دن  
وہ راتیں وہ باتیں وہ گستاخیں غضب  
جوانی میں تھے کس شرارت کے دن

یہ ہے داغ کی سسڑ یا مسطفیٰ  
نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دن



میں کہاں اور بزمِ خواب کہاں  
لائی ہے ہستی خراب کہاں  
ان سے کہہ دی ہے آرزو دل کی  
اب مری بات کا جواب کہاں  
رات اور رات بھی جُدا تھی  
اب نکلتا ہے آفتاب کہاں  
کہہ وزیر میں جو داغ نہیں  
پھر ہے یہ خانماں خراب کہاں



جلوے مری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں  
مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں  
کہتے ہیں قتل وہ طلبِ منضرت کے بعد  
جو تھے دُعا کے ہاتھ وہی امتحاں کے ہیں

کیا اضطراب شوق نے مجھ کو نبل کیا  
وہ پوچھتے ہیں کبے ارادے کہاں کے ہیں



مہر و وفا و راحت و آرام کو رقیب  
جو ردِ حفا و کاوش و خونِ جگر کو میں  
تم تو وہ پارِ بوک و رشک کہیں نہ آؤ  
آتا تمازتہ چھپائے کہیں سے سحر کو میں  
اے داغِ صبحِ حشر تھی صبحِ شب وصال  
جب یہ کہا کسی نے کہ جاتا ہوں گھر کو میں



بات میری کبھی سُنی ہی نہیں  
جانے وہ بُری بھلی ہی نہیں  
لطف سے تجھ سے کیا کہوں زاہد  
ہائے کجنت تو نے پی ہی نہیں  
اڑ گئی یوں وفا زمانے سے  
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

دراغ کیوں تم کو بے وفا کہتا  
وہ شکایت کا آدمی ہی نہیں



کیوں قسم کھاتے ہو ہم جو رے باز آتے ہیں  
ان فوجیوں میں کہیں وقتِ راز آتے ہیں  
قاتل اس شوح کے انداز قیامت ہونگے  
جس کی تصویر کو سو طرح کے ناز آتے ہیں  
آپ کی بزم سے بے جاتے ہیں سو سنج و ملال  
جی سے جانے کو ہم اسے بندہ نواز گتے ہیں



کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں  
اگر نہ آگ لگا دوں تو دراغ نام نہیں  
ابھی تو نے حسینوں کو کیوں کیا پیدا  
کچھ ان کی ذات سے دُنیا کا انتقام نہیں



نظرِ پیرا کے وہ یوں ہر دھڑ کو دیکھتے ہیں  
 کسی کو یہ نہیں ثابت کہ دھڑ کو دیکھتے ہیں  
 بنے ہوئے ہیں وہ محفل میں صورتِ تصویر  
 ہر ایک کو یہ گھاں ہے ادھڑ کو دیکھتے ہیں



فغاں میں آہ میں منہریا دیں شیون میں نلے میں  
 سُنناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والے میں  
 خبر سُن کر مرے مرنے کی وہ بولے قیہوں سے  
 خدا بچنے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں  
 ملے ہوئے تو نہ مایا تمہیں کو داغ کہتے ہیں  
 تمہیں جو مادہ کامل میں تمہیں رہتے ہو لالے میں



بڑھی تمکیں ہیں کچھ شوخی تو کچھ شوخی میں بے تابی  
 ہونے تم اور سے کچھ اور آکر بے قراروں میں  
 وہ شرابی ہوئی آنکھیں وہ گھبرائی ہوئی باتیں  
 نکال کر گھر سے وہ گھبرنا ترا تیدواروں میں



پلک اٹھتی نہیں میری طرف کیا تسک گیتی آنکلیں  
ابھی تو ہو رہی تھیں غیر سے باتیں اشاروں میں



آپ نے گھر سے نکالا ہمیں ہم جاتے ہیں  
پھرتے آئیں گے کبھی کھا کے قسم جاتے ہیں  
یوں تو دم بھر نہیں آتا انہیں شوخی سے قرار  
جب تصور میں وہ آتے ہیں تو کم جاتے ہیں  
دل کا کیا حال کہوں صبح کو جب اُس بُت نے  
مے کے انگڑائی کہا ناز سے ہم جاتے ہیں



تیری صورت کو دیکھتا ہوں میں  
اس کی قدرت کو دیکھتا ہوں میں  
وہ مصیبت سنی نہیں جاتی  
جس مصیبت کو دیکھتا ہوں میں



دنیا میں وضع دار ہیں اور بھی تو ہیں  
 معشوق اک قہیں تو نہیں اور بھی تو ہیں  
 کیا فرض ہے ملے جو یہ زاہد ہی کو ملے  
 خواہ ان حور و خلدِ بریں اور بھی تو ہیں  
 تم نے مری خبہ بھی پوچھی چلے گئے  
 غم خوار وقت باز پس اور بھی تو ہیں  
 تم خواب میں بھی آتے تو منہ کو چھپا لیا  
 دیکھو جہاں میں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں



روز اک دل میرے سینے میں خدا پیدا کرے  
 اور میں ارمان اس دل میں نیا پیدا کروں  
 ہلے کیوں آیا نہ صورتِ آفریں کو یہ خیل  
 آتیں گے کس کام یہ بُت ان کو کیا پیدا کروں  
 دل کو بے اے داغِ عمر جاوداں کی آرزو  
 میں کہاں سے چشمِ آبِ بقا پیدا کروں



آتا ہے مجھ کو یاد سوال وصال پر  
 کہنا کسی کا ہاتے وہ منہ پھیر کر نہیں  
 بے شک مجھے ہے عشق ترا خدا گواہ  
 جتنا ترے گمان میں ہے اس قدر نہیں



جنگ ہے ایک ایک مئے آشام میں  
 پنج رہی تھی کس کی جھوٹی جہاں میں  
 جب وہ سنتے ہیں بنا لیتے ہیں منہ  
 بل گیا کیا زہر میرے نام میں  
 ناز ہم سے اور دشمن سے نیاز  
 طاق ہے وہ فتنہ گر ہر کام میں  
 کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز  
 آسماں ہے مفت کے الزام میں



فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں  
 جہاں بختے ہیں تھکے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

بگلے شکوے کہاں تک ہوں گے آدھی رات تو گھڑی  
 پریشاں تم بھی ہوتے ہو پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں  
 وہ آنکھیں سامری فن ہیں وہ لب حسی نفس دیکھو  
 مجھی پر سحر ہوتے ہیں مجھی پر دم بھی ہوتے ہیں  
 نعانہ دوستی پر ان حسیوں کی نہ اترائے  
 یہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھی ہوتے ہیں  
 ہمارے آنسوؤں کی آبداری اور ہی کچھ ہے  
 کہ یوں ہونے کو روشن گوہر شبنم بھی ہوتے ہیں  
 طبیعت کی کچی ہرگز نشاتے سے نہیں رشتی  
 بھی سیدھے تہائے گیوے پر خم بھی ہوتے ہیں



روح کو چین جہنم غم دل بر میں نہیں  
 صاحبِ خانہ کو آرام بھرے گھر میں نہیں  
 آپ کے لطف و عنایت کا بھروسہ کیا ہو  
 کہ گھڑی بھر میں اگر ہے تو گھڑی بھر میں نہیں  
 میں نے کیا جانئے کیوں سجدہ کیا اس بت کو  
 جانتا ہوں کہ خدا اور ہے پتھر میں نہیں

غیر کے پیش سے جلتا ہے جھٹ توائے داغ  
اس کی تقدیر میں ہے تیرے مقدر میں نہیں



دن مرے ہاتے دیکھے کس دن  
اسے شب انتظار پھرتے ہیں  
صدقے ہوتے ہیں شمعِ رواں پر  
گود پروانہ وار پھرتے ہیں  
داغ کا ذکر کس کے وہ بولے  
ایسے ایسے ہزار پھرتے ہیں



گم نہ لے اپنا ٹھکانا دشمن  
دوست ناواں ہیں وانا دشمن  
دوست کو دوست نہ سمجھا تم نے  
اور دشمن کو نہ جانا دشمن



مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہیں  
 کہ جو موت کو زندگی جانتے ہیں  
 کہوں حالِ دل تو کہیں اس سے حاصل  
 بھی کو خبر ہے کبھی جانتے ہیں  
 نہیں جانتے اس کا انجام کیا ہے  
 وہ مرنا مرا دل لگی جانتے ہیں



چاک ہو پردہ وحشت مجھے منظور نہیں  
 ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہیں  
 بے تک آتی تھی شکایت کہ محبت نے کیا  
 دیکھ پھپھتائے گا، خاموش، یہ دستور نہیں  
 رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہونگے  
 صاف کہہ دیجئے ملنا میں منظور نہیں



خدا کرے کہ مرزا انتظار کا نہ مٹے  
 مرے سوال کا وہ وہی جواب برسوں میں

حیا و شرم تباری گولہ ہے اس کی  
 ہوا ہے آج کوئی کایا اب برسوں میں  
 نگاہِ مست سے اس کی ہوا یہ حال مرا  
 کہ جیسے پی ہو کسی نے شراب برسوں میں



خمار آلودہ آنکھیں بنی جہیں پرورد ہے سر میں  
 رہے تم رات بھر یہ چین کس کجبت کے گھر میں  
 چلو کجے ملے گی دوستِ وصلِ صنم تم کو  
 کئی کس چیز کی لے داغ ہے اللہ کے گھر میں



کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں  
 اب جو دیکھا تجھے وہ ٹو ہی نہیں  
 ناصحوں سے کلام کون کرے  
 اپنی ایسوں سے گفت گو ہی نہیں  
 اس قدر ناز ہے تمہیں گویا  
 کوئی دنیا میں خوب رو ہی نہیں

رکش اس کا ہو کی گئی فردوس  
وہ نزاکت وہ رنگ وہ بو ہی نہیں

## رولف و

کل تک اُس کی تلاش تھی مگر  
آج ہے اپنی جستجو مجھ کو  
اے حیاتِ دور روزہ رے آئی  
کن گرفتاریوں میں تو مجھ کو



دکھانا گر تہیں مدِ نظر ہے فتنے روشن کو  
لگایا کیوں ہے پردہ تم لگاؤ آگ چلن کو  
میں روزِ ازل ہم غمزدوں کو نعمتیں کیا یک  
دل بے تاب ماتم کو لب فریادِ شیون کو





مارا نگاہ ناز سے پہلے جگر پہ تیر  
 پھر اس پہ حکم یہ ہے لب پہ نغماں نہ ہو  
 تم کو مزہ اڑے گی کہیں داستانِ عشق  
 جب تک جامےِ منہ سے یہ قصہ بیاں نہ ہو  
 تہمت کسی کو ظلم کی اے دُعا کیوں لگائیں  
 شکوہ بتوں سے کیا جو خدا مبراں نہ ہو



نہ کرنا صحا ایسی دیوانی باتیں  
 یہ کیسا بھینچ مارا جو پتھر کسی کو  
 زہے نصیحتی قتل تو نے کیا ہے  
 دغا پر کسی کو دغا پر کسی کو  
 بہت چھیر کرم کو پچھتاوے گا  
 ستاتے نہیں بندہ پر کسی کو



وقتِ آخر پوچھتے ہو کیا ہماری آرزو  
 اشکباری ہے تنہا بقیہ داری آرزو

لطف حسن و عشق توجہ ہے کہ دل سے دل ملے  
کچھ ہماری آرزو ہو کچھ تمہاری آرزو



پھر حسرت و ارباب و تنہا بھی نہ ہوں گے  
اے یاس نہ کر بے سرو سامان مے دل کو  
یا اس بُتِ گمراہ کو لا راہ و فنا پر  
یا پھیر مے اے گردشِ دوراں مے دل کو



اے فلک چاہیے ہی بھر کے نظارِ اہم کو  
جا کے آنا نہیں دُشیا میں دو بارِ اہم کو  
کبھی ایسا نہ کیا یہ نہ اشرا اہم کو  
کم نگاہی نے تری جان سے مارا اہم کو



پس لو کی میں مزہ کیا ہے مزہ ہے میں میں  
کہ ہمارا ہو تمہیں پاس تمہارا اہم کو

بھڑستی میں ہوتے کشتی طوفانی ہم  
نہیں ملتے ہے کہیں داغ کنار اہم کو



عرضہ حشر میں اللہ کے غم مجھ کو  
اور پھر ڈھونڈتے گھبراتے ہوئے تم مجھ کو  
یہ سناؤ مجھے مطلب کی کوئی اے ناصح  
یا یہ کہہ دو کہ نہیں تابِ تکلم مجھ کو  
سایا نشہ سے کیا تری آنکھیں کم ہیں  
کہ ملے جامِ مجھے شیشہ مجھے غم مجھ کو  
سکراتے مری میت پہ وہ منہ پھیر کے داغ  
حشر تک یاد ہے گایہ تبسم مجھ کو



اللہ رے تلون ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو  
شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو  
بہل کے تڑپنے کا تماشا تو ذرا ہو  
تھم تھم کے چھری پھیرتے روکے جنا ہو

فریادِ حجبِ غزل نے نالہ بلبلی  
 دل کش ہو کسی طرح کی ہو کوئی صدا ہو  
 اس دل سے مجھے لاگ ہے بے مہر تو میں ہوں  
 تم شانِ وفا کا ان وفا جانِ وفا ہو  
 مطرب سے کہو ان کو سناتے وہ سنیں گے  
 جس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو



یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوحِ تربت پر  
 جو ہر فرقت کی بے تابی تو یوں خوابِ گراں کیوں ہو  
 غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی برپا  
 یہ پوچھا تھا کہ تم آزرہ مجھ سے میری جاں کیوں ہو

## ردیف ۴

- دیکھ کا بھی ہے کیا بُرا پس کا  
 نہیں رہتی ذرا ترسے آنکھ

دبدویوں ہے مے کشی کا مزا  
 جام سے لب لے تو یار سے آنکھ  
 کیا بچے ناوکِ نظر سے دل  
 چوکتی ہی نہیں شکار سے آنکھ  
 یار سے آنکھ کیسا ملاؤں  
 نہیں ملتی ہے رازدار سے آنکھ



طور بے طور ہوتے دل کے خدا خیر کرے  
 بے طرح گھات میں ہے اس بُتِ عیار کی آنکھ  
 دل چرایا ہے وہ اب آنکھ لائیں کیوں کر  
 سامنے ہوتی ہے شکل سے گنہگار کی آنکھ



سب کو ہے تیری یاد کی لذت جُدا جُدا  
 دل کی ہے دل کے ساتھ زباں کی زباں کیساتھ  
 اللہ کرے کہ بندہ ہو داغ کی زباں  
 تعریف آپ کی ہے اسی خوش بیاں کے ساتھ



دن گزار اب دلِ مہجور صد آفات کے ساتھ  
 وہ مرنے رات کے نادان گئے رات کے ساتھ  
 حفظ تسلیم ادب خلق تواضع تعظیم  
 کتنی تکلیف ہے اے شوقِ ملاقات کے ساتھ



یار ہیں مرے ساتھ بہت حسرتِ دریاں  
 ہو دسوتِ صحرائے عدم اور زیادہ  
 جب تک وہ تماشا کو کھڑے تھے لبِ ساحل  
 بے تاب تھی موجِ لبِ یم اور زیادہ  
 غلط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھی  
 اللہ کرے حسنِ رستم اور زیادہ



محبت میں سوا لطف دیکھے ہیں لیکن  
 مزادے گئی ہے شکایت زیادہ

مریضِ محبت کی اچھی دوا کی !  
 اسے کل سے ہے آج غفلت زیادہ  
 ابھی زمانے کو کیا ہو گیا ہے  
 محبت تو کم ہے عداوت زیادہ  
 مری بندگی سے مے جُرم افزوں  
 ترے قبر سے تیری رحمت زیادہ

## رولیف ی

کوچہ یار کہیں پھٹتا ہے  
 میں نہ ہوں گا مری تربت ہوگی  
 اپنے مطلب کی تو سن لو مجھ سے  
 یہ نہ جب انوکھا کسایت ہوگی  
 اب کے مینانے سے اُٹھ کر اے رانغ  
 کہے جاتیں گے جو دشت ہوگی



آپ میں اور مسیح اختیار  
 روز و ریا عمام ہوتا ہے  
 زیست سے تنگ ہیں نہ چھوڑیں  
 دیکھ غصہ حرام ہوتا ہے  
 دماغ کا نام سن کے وہ بوئے  
 آدمی کا یہ نام ہوتا ہے



بن گیا کعبہ وہی میرے لئے  
 نمک گئی جس دہ پریشانی مری  
 تر ہوا دامن سے گل رنگ سے  
 رنگ لاتی پاک دامانی مری  
 آگیا دماغ ان کے دل میں یہ عز و  
 شکل ہے دنیا میں لامانی مری



مطلب کی کہی نہ ایک ظالم  
 کیا بات ہے تیری گفتگو کی



اللہ کو کیا جواب دوں گا  
 عادت ہے بتوں سے گفتگو کی  
 کچھ ضبط ہماری خاطر لے چشم  
 کچھ شرم ہماری آبرو کی



تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی  
 بگڑی ہوئی تقدیر بناتی نہیں جاتی  
 گر تہ ہے نشیمن پرے کوند کے جہلی  
 صیاد کے گھر آگ لگاتی نہیں جاتی  
 یارب کوئی آنت تھامت کا پتہ لگا  
 وہ آگ لگی ہے کہ بھاتی نہیں جاتی



اشک بخوں رنگ لاتے جاتا ہے  
 داغ اپنی جماتے جاتا ہے  
 کتب باوضع ہے خیال اس کا  
 بے کسی میں بھی آتے جاتا ہے

ہامیڈی ٹائے جاتی ہے  
شوق نقشہ جمائے جاتا ہے



سو حزن اُٹتے ہیں سونا زبردستے ہیں  
اے صلّی علیٰ تجھ میں کیا شان نکلتی ہے  
وعدہ نہ وفا کرنا پھر اس پہ یہ تاکیدیں  
ما حشر ظہر حب او کیوں جان نکلتی ہے  
دلبر ہیں ادائیں بھی دلکش ہیں جفا تیں بھی  
اک آن ستمگر میں ہر آن نکلتی ہے



اور کیا خاک ملے گی دلِ بسمل کی مراد  
جو تماشا ہے جہاں کا وہ تماشا تھی ہے  
شکوہِ ظلم پہ آؤں تو وہ خاموش ہوتے  
پھر یہ جھنجھلا کے کہا کیسری رسوائی ہے



خسروی کھم مایہ سے کچھ جم کوٹے یا نہ لے  
 یہ بڑی دولت دنیا ہے کہ تو ملتا ہے  
 دیکھ پل کر مرے ساقی کی سخاوت زاہد  
 ایک ساعر کوئی مانگے تو سبوتا ہے



اے قیس گر صبا نے اُڑایا تو لطف کیا  
 اٹھانہ پردہ صاحبِ محفل کے ہاتھ سے  
 بدے شراب کے ہے مجھے زہر بھی قبول  
 اس انجمن میں ساقی محفل کے ہاتھ سے



بے وجہ اجتناب نے رسوا کیا مجھے  
 ظالم ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے  
 کچھ ان کے مہر و لطف نے مشہور کر دیا  
 کچھ رنجش و عتاب نے رسوا کیا مجھے



بتوں کے کوچے سے ہم دفنگار ہو کے چلے  
 شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے  
 ٹھہر گئے وہ جہاں سرو باغ تھے گویا  
 اگرچہ چلے تو نسیم بہار ہو کے چلے  
 کسی کی آنکھ میں وہ انتظار ہو کے ہے  
 کسی کے دل سے شکیب و قرار ہو کے چلے



طبیعت کوئی دن میں بھر جائے گی  
 چمڑھی ہے یہ آندھی اُتر جائے گی  
 رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں  
 یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی  
 یہ تھی یہ خبیر ہم کو اپنی بہار  
 ادھر آئے گی اور اُدھر جائے گی  
 دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا  
 گزرنی جو ہو گی گزر جائے گی



دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے  
 خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے  
 چار حرفِ آرزو ہی کُسن لو ساری رات میں  
 اور تھکے کے لئے تو عمر ساری چاہیے



نہ دیکھی عیشِ گزشتہ کی پھر کبھی صورت  
 غلط کر گر دشمنِ ایل و نہار باقی ہے  
 وہ چشمِ زار کا سنتے ہی ماجر اُٹھ جاتے  
 ابھی تو شرحِ دل بے قرار باقی ہے



کچھ بھی الفت نے تری دل میں نہ چھوڑا باقی  
 رہ گئی ایک تمنّا ہی تمنا باقی  
 جیتے جی عشق و محبت کو مٹا دو اے داغ  
 کیوں ہے بعد فنا مفت کا جھگڑا باقی



نگاہیں ان کی جادو سے قیامت ہوتی جاتی ہیں  
 الہی کون سا فتنہ سبق آموز رہتا ہے  
 کبھی کچھ عزم اٹھایا ہو تو جب نہیں آپ کیا جائیگا  
 کہ کس کس عزم میں آلودہ یہ عزم اندوز رہتا ہے  
 تصور میں کسی کے داغ نیند آتی نہیں مجھ کو  
 عجب بیدار اپنا طالع فیروز رہتا ہے



جفا کی ان باتوں نے یاد کی  
 دیا دل اب تو جو مرضی خدا کی  
 - لڑے ہیں غیر سے غصہ ہے مجھ پر  
 کوئی پوچھے تو میں نے کیا خط کی  
 ابھی اتنا راس کا ہو چکا تھا  
 ادھر دیکھو تو پھر ہم سے حیا کی  
 پھر اس بت پرند ہیں حضرت داغ  
 قسم کھاتی تھی کہ میں خدا کی



داتے دشمن ہو گیا سارا جہاں  
 ہاتے رسم دوست داری اٹھ گئی  
 رہ گئے لاکھوں کلیر تقم کے  
 آنکھ جس جانب تباری اٹھ گئی  
 ہم کھینچے ایسے کہ آخر ان کو بھی  
 اب توقع ہی ہاری اٹھ گئی



چار حرفِ آرزوئے دل میں یوں تو مختصر  
 مگر بڑھاؤں میں تو قصہ ہے بڑھانے کے لئے  
 تم سے پنج کراک دفاحصے میں اپنے آگئی  
 تم نے خوبی کون سی چھوڑی زمانے کے لئے  
 آگیا کچھ یاد دل ببد آیا آنسو گر پڑے  
 ہم نہ روئے تھے تمہارے سکانے کے لئے



دل کو تماموں کے تری بزم میں آنسو پوچھوں  
 ہاتھ جب دل سے اٹھے دیدہ تر تک پہنچے

پس دیوارِ چین رکھ دے قفسِ اے صیاد  
میں نہ پہنچوں مرانا گلِ تر تک پہنچے



گر ترے دشتِ زدہ کچھ بھی بلائیں ہاتھ پاؤں  
شورِ مشرِ چرخ اٹھے نالہ زنجیر سے  
کچھ توقع کچھ یقیں کچھ یاس کچھ دہم و گماں  
انتظارِ یار کی ہے کیفیتِ تاخیر سے



چھوڑا ہے ساتھیوں نے پسِ کارواں مجھے  
لے جائے دیکھے مری قسمت کہاں مجھے  
پڑتی ہے آنکھ اُن کی سرِ بزمِ جب کہیں  
جاتے ہیں اک نگاہ پر سو سو گناں مجھے



راستی پر کہیں آنے کا نہیں ان کا مزاج !  
اب بھلا کوئی طبیعت کی کبھی جاتی ہے



اک ترانام کہ ہر دم ہے وظیفہ مجھ کو  
 اک مری بات کہ برسوں میں سُنی جاتی ہے  
 میرا چاہا خدا نے کبھی چاہا اے داغ  
 غم تو بڑھتا ہے مگر مسرگشتی جاتی ہے



یہ کس کی نو ہے اے دل مضطرب لگی ہوئی  
 اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی  
 ناتوس بُت کدے میں تو کبھی میں ہے ازاں  
 ہے یاد میرے دوست کی گھر گھر لگی ہوئی  
 تھوڑی نظر گور کی لے ہم کو ساتیا  
 ہے اپنی تاک جانبِ باغ لگی ہوئی



۔ کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری  
 بپہ رہ جاتی ہے آگے شکایت تیری  
 دیکھنے کرتی ہے رسولانے زمانہ کیا  
 مجھ کو یہ چاہ مری تجھ کو یہ صورت تیری

- یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم  
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری



فتنہ اُن کے قدم سے اٹھتا ہے  
ہر قدم کس ستم سے اٹھتا ہے  
اس کی کانٹہ رنگ کے اٹھتے ہی  
شور ویر خم سے اٹھتا ہے  
ظلم تیرا اٹھاتے جاتے ہیں  
جب تک اے یاد ہم سے اٹھتا ہے  
ہم پہ کیے بغاوتِ آئینہ  
کہ ستم بھی کرم سے اٹھتا ہے



گمانِ تند خو کیا جانے کیا ہے  
ہماری آرزو کیا جانے کیا ہے  
ہماری اور اُن کی دل ہی دل میں  
ہمیشہ گفتگو کیا جانے کیا ہے

کہوں کیا تجھ سے ناصح لذتِ عشق  
اے کم بہت تو کیا جانے کیا ہے



نکال اب تیرے سے کجاں پُر اُم نکالے  
جو یہ نکالے تو دل نکالے جو دل نکالے تو دم نکالے -  
تیرا وصل کی اک رات میں کیا ہے صنم نکالے  
قیامت تک یہ نکالے گرنہایت کم سے کم نکالے  
ہوتے مغرور وہ جب آہ میری بے اثر دیکھی  
کسی کا اس طرح یا رب نہ دنیا میں بھرم نکالے  
رہ الفت میں اک سیدھا سار تمہ نے جانا تھا  
مگر دیکھا تو اس رستے میں مدد ہا پیچ و غم نکالے  
- بھوکہ رحم دل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا  
مگر تم تو بلا نکالے غضب نکالے ستم نکالے



ایسی باتوں سے تو بہتر ہے خموشی و اعف  
کہ تری خد نے کیا اور گنہگار بے

بوتے ہیں تیری محبت نے ہزاروں کانٹے  
دل ملا ہے کہ ملا واوی پُرخار ہے



مجرم عشق کے ارمان نرے دیکھے  
جرم کا حوصلہ بڑھتا ہے سزا پانے سے  
فکر ہے دوست کو احوال سناؤں کیوں  
نکٹے ہوتے ہیں کیجیو مرے افسانے سے  
وہی دشت ہے وہی خار وہی ویرانہ  
دشت کس بات میں اچھے کاشانے سے  
ایک چٹو میں بہت داغ بہک اٹھے تھے  
آج سنتے ہیں نکالے گئے میخانے سے



آتش شوق کو کب دل سے جدا رکھا ہے  
اس لگی کو تو کیلجے سے لگا رکھا ہے  
نما میدانی وفا کا یونہییں دل رکھتے ہیں  
آپ نے خاک میں جس طرح ملا رکھا ہے

- اس قدر تو ہے تراپردہ نشیں پاسِ حجاب  
کہ ترے درد کو بھی دل میں چپا رکھا ہے



ہم بھی جگر کو تمام میں دل کو سبنا لیں  
تم تم کے رخ سے زلف چلیا اٹھائیے  
ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ عشق  
ہمت یہ کہہ رہا ہے کہ تہنہ اٹھائیے



- تم سے کیا شکوہ ہے گلہ اُس سے  
جس نے رسمِ وفا نکالی ہے  
درد مندوں کو قتل کرتے ہو  
واہ اچھی دوا نکالی ہے  
نام نکلا جہاں میں پردہ نشیں  
یہ کہاں کی حیا نکالی ہے



اُف نہ کی ہم نے تہ تیغ جھالے ظالم  
 اس سے بڑھ کر رو تسیم و رضا کون سی ہے  
 کیا کہوں گا جو کہا اس نے کہ اچھا کہئے  
 بات اے داغِ محبت کے سوا کون سی ہے



رازِ الفت کا نہ ہر اک ہم نشین سے پوچھئے  
 یہ ہمیں کچھ جانے ہیں یہ ہمیں سے پوچھئے  
 میری خاموشی کا باعث پوچھئے مجھ سے نہ کچھ  
 یہ حقیقت اپنی چشمِ سرِ گل سے پوچھئے  
 آپ کا سالِ گزشتہ میں کہوں گا ٹھیک ٹھیک  
 یاد ہے مجھ کو یہ اُف نہ کہیں سے پوچھئے



تیرے انداز وہ کانٹے ہیں بُتِ ہوشِ ربا  
 آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شید ہو جاتے  
 آسمان سے بھی شکایت نہ کروں کیا خوب  
 میرا پاؤں تو نہ ہو آپ کا چاہا ہو جاتے

دشمن جاں نہ بھی آپ سیجا ہی سہی  
 داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جاتے



بیشیں گے نہ خاموش ہم اے چرخِ ستم نگار  
 تھک جاتیں گے نالوں سے تو فریاد کریں گے  
 نالوں سے مرے دیکھتے اب آنی قیامت  
 پھیٹا تھا کسے آپ بھی کیا یاد کریں گے  
 گزری ہے شبِ وعدہ اس اُمید میں اے داغ  
 یا آئیں گے خود یا وہ مجھے یاد کریں گے



دھل کے عیش میں سب جبر کا غم بھول گئے  
 یاد رکھنا تھا ہیں جس کو وہ ہم بھول گئے  
 عشق کی راہ میں جب کانزدویں دار آتے  
 سب کے سب داغِ رویر و حرم بھول گئے



کچھ کم نہ تھی خدایم سے گردشِ نگاہ کی  
 بیٹھے رہے وہ تو بھی تو فتنے اٹھائے  
 ہاں جذبِ شوق لائے بے پردہ کھینچ کر  
 جاتا ہے کوئی منہ کو چھپاتے حیا کتے  
 اسے داغِ ہم نے ہاتھ دُعا سے اٹھاتے  
 تقدیر کا طے لگا بغیر التجائے



بہم دشمن بھی یکجا ہوں تو الفت ہو ہی جاتی ہے  
 یہ ہے مل بیٹھنا ایسا محبت ہو ہی جاتی ہے  
 بھرا ہے رنج کا دفتر رُکے کیوں کر دلِ مضطر  
 جھٹاتے یار کی اکثر شکایت ہو ہی جاتی ہے  
 نجی ہے عمر بھر کس کی یہ ہے دل کی غلط فہمی  
 عداوت کیا نہیں ہوتی عداوت ہو ہی جاتی ہے



وہ نگہ راہ پر نہیں آتی  
 نظر آتی نظر نہیں آتی



گو طبیعت ہے اس کی ہر جاتی  
 پر مری راہ پر نہیں آتی  
 آگے آتی تھی یاد بھی تیسری  
 اب کبھی بھول کر نہیں آتی



اُس روتے بے نقاب کا جلوہ ہوا نقاب  
 رنگی ہے رنگ رنگ سے صورتِ حجاب کی  
 جنبش میں یوں ہیں وہ لبِ نازکِ نفس کے ساتھ  
 جیسے بے نسیم سے پتی گلاب کی  
 غصہ نے اور رنگِ تراشوخ کر دیا  
 اچھی بنی بگاڑ میں صورتِ عتاب کی  
 دُور پر وہ جوشِ حسن نے بے پردہ کر دیا  
 ٹوٹی گھر تڑاق سے بندِ نقاب کی



بے درد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے  
 ایسے بھی ہیں یارب کہ تنہا نہیں رکھتے

- پروازِ وابل کو تو سب کہتے ہیں عاشق

کیا قہر ہے تم نام ہمارا نہیں رکھتے

اے دلخیز کس کام کی سستی و جوانی

تم اس میں جو اندیشہ فردا نہیں رکھتے



سنئے ہیں خوشی بھی ہے زمانے میں کوئی چیز

ہم ڈھونڈتے پھرتے ہیں گدھر ہے یہ کہاں ہے

واعظ وہ فضا کیسا ہے زمانے سے زالی

فردوس بھی اک باغ ہے جنت بھی مکاں ہے

کیا پوچھتے ہو دایع کا تم ہم سے ٹھکانا

آوارہ ہے سرگشتہ ہے کیا جانے کہاں ہے



شبِ رصالِ تیامت تھی جب کسی نے کہا

وہ دیکھ صبحِ نمودار ہوتی جاتی ہے

یہ کس غضب کی ہے آمد تری خدا کی پناہ

نگاہِ ناز سے تلوار ہوتی جاتی ہے

تمہیں نے داغِ زلزلے نہیں اٹھائے ستم  
یوں ہی سلف سے مے یارِ جوتی جاتی ہے



جہاں لگ گئی کارگر ہو گئی  
مری آہِ تسیرِ نظر ہو گئی  
ستم ہو گیا رازِ دل کھل گیا  
پھیپھڑے پھیپھڑے خمیر ہو گئی  
وہاں جھوٹے وعدے پہ بل گیا  
توقع یہاں کس قدر ہو گئی  
یہاں صبحِ پیری سے پہلے ہی داغ  
جوانی چرخِ سحر ہو گئی



اے فلکِ سماںِ عشرِ ہی سہی  
اپنی آنکھوں کو تماشا چاہیے  
تیرے جلوے کا تو کیا کہنا مگر  
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے



نگہِ شوق بے اثر نہ ہوتی  
 تم کو پردے میں کیا نظر نہ ہوتی  
 شبِ فرقت کے دیکھنے والے  
 ایسے سوتے کہ پھر خبر نہ ہوتی  
 کس کے جلوے نے کوڑیا عجوب  
 آنکھ کے سامنے نظر نہ ہوتی



رُخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں  
 ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے  
 دغا شوخی شرارت بے حیاتی الفت پر داری  
 تجھے کچھ اور بھی اسے زگیں ستانہ آتا ہے  
 وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا  
 تجھے اسے رازِ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے



مرے کو پتے میں وہ کن شوخیوں سے جا بجا ٹھہرے  
 بڑھے بڑھ کر تھکے دم بھر چلے چل کر ذرا ٹھہرے  
 وہی انسان پورا ہے اسی کے ہم قوافل ہیں  
 بخلوں میں جو جلا ٹھہرے بڑوں میں جو بُرا ٹھہرے



رنج وہ رنج ہے جس میں نہ بتوں کو بھولیں  
 عیش وہ عیش ہے جس میں نہ خدا یاد رہے  
 تنگ آیا تو مرے منہ سے شکایت نکلی  
 اب پہ آتی ہوتی کیوں کر ستم ایجاد ہے



تو دعدے کو بُت حیلہ جو نہ قرار ہے نہ قیام ہے  
 کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے  
 مراد کراؤں سے جو آگیا کہ جہاں میں ایک ہے با وفا  
 تو کہا کہ میں نہیں جانتا مراد وہی سے سلام ہے  
 وہ ستم سے ہاتھ اٹاتے کیوں وہ کسی کا دل نہ دکھاتے کیوں  
 کوئی اس میں نہ رہی نہ جاتے کیوں اسے اپنے کام سے کلام ہے

ہوئیں مدقین کہ نہیں خبر وہ کدھریں اور میں ہم کدھر  
 نہ ہے نامہ بر نہ پیام بر نہ سلام ہے نہ پیام ہے



ہر بات ہے شوخ فتنہ گر کی  
 شوخی سے مزاج میں نظر کی  
 آنا نہ شب وصال اے مرگ  
 مہماں ہے عمرات بھر کی  
 کیا بات ہے خیر ہو الہی  
 رکتی ہے زبان نامہ بر کی  
 کچھ صبر کئے سے بن نہ آیا  
 یوں بھی تو بہت دنوں بھر کی  
 اے داغ وہ لطف کیا کریں گے  
 احسان کیا جفا اگر کی



شوق میں ایک فتنہ قیامت کے  
 ہم گلے مل گئے قیامت کے

یاد رہ جائے گی جفا تیری  
 دن گزر جائیں گے مصیبت کے  
 اس نے پوچھا مزاج کیا ہے  
 رنگ اب دیکھنا بطیعت کے  
 کان رکھ کر اگر وہ سن لیتے  
 بوسے یہ تاب شکایت کے



کیا تھا جبرم و فالذتِ سزا کے لئے  
 ستم کے لطف اٹھاتے مزے جفا کے لئے  
 بڑا مزہ ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ  
 وہ منتوں سے کہیں چپ رہ ہو خدا کے لئے  
 شیر آئو، لگو بیعتِ رازِ چتون شوخ  
 تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لئے



مجنوں کا حال سن کے پریشان ہو گئے  
 میری اگر سنو گے تو اوسانِ جاتیں گے

روزِ جزا کا خوف دلایا تو یہ کہا  
 ان دھمکیوں کو آپ کی ہم مان جائیں گے  
 تنہا وہ کیا خیال میں میرے نہ آئیں گے  
 دھمکیوں کہاں تک اُن کے نگہبان جائیں گے



داغِ دلِ داغِ جبِ گزشتہ جفا، نقشِ وفا  
 نہ مٹاتے سے نہیں گے یہ ابھرنے والے  
 خیمہ و گل میں دم دیا ہے بتائے بیل  
 جمع ہیں پسند و رق وہ بھی بکھرنے والے



دل سے تو اس مزاج کا پروردگار دے  
 جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے  
 دل اس نگاہِ ناز سے ہم نے لڑا دیا  
 آگے نصیب ہے جسے پروردگار دے





شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرتِ میری  
 غیر کی ہو کے رہے یا شبِ فرقتِ میری  
 شوقِ کہتا ہے ابھی عرصہ تنہائی کبھی  
 دل یہ کہتا ہے کہ پڑنی نہیں ہمتِ میری  
 اپنی تصویر پہ نازاں ہو تمہارا کیا ہے  
 اچکھے زگس کی دہنِ غنچے کا حیرتِ میری



وہ آتے خندہ پشانی کہیں سے  
 قہقہے عیاں چینِ جہیں سے  
 اُسے افسانہ غم ڈرتے ڈرتے  
 سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے  
 گئے ہیں اور یہ کہتے گئے ہیں  
 بھل جاؤ گے اپنے ہم نشین سے  
 کبھی دیکھا ہے آنا دُعا کو خوش  
 چلے آتے ہیں یہ حضرتِ دین سے



ایک دن بل کے پھر نہیں ملتے  
 کس قیامت کی یہ جدائی ہے  
 اسے اثر کرنے انتظار دعا  
 مانگنا سخت بے حیاتی ہے  
 وعدہ کرنے کا اختیار دہا  
 بات کرنے میں کیسا برائی ہے



دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا بھلی  
 چپا بھلی، گلاب بھلا، موتیا بھلی  
 جام شراب ہاتھ سے ساقی نے رکھ دیا  
 جب مینہ برس کے دھوپ چمن میں ذرا بھلی  
 ہم تو اسیرِ دام ہیں صیاد، ہم کو کیسا  
 گلشن میں گر بہا رہت خوشنما بھلی



جس کے پیلوں میں ہو تم اس کا نصیب اچھا ہے  
 میری دانست میں تم سے بھی رقیب اچھا ہے

آپ سنتے ہی نہیں ہاتے مرا فائدہ  
سو غلسوں میں یہ احوال عجیب اچھا ہے



کس کے نالوں نے جگایا ہے تہیں ساری رات  
کون تھا اس کا بت تو تو ہی نام ہے  
داغ یہ بات وہ سن لے تو غضب ٹوٹ پڑے  
کہتے پھرتے ہو بلایا ہے سرِ شام ہے



سب اس کے مقابل مرے داغ جگر آتے  
خورشید قیامت کو بھی مارے نظر آتے  
کچھ رنج کا مذکور نہ اسے نامیر آتے  
ایسا ہوا الزام ادھر کا ادھر آتے  
تجھ سے تو تم گر ترے ارمان ہی اچھے  
تو جا کے نہ آیا کبھی یہ مسمر بھر آتے  
فرصت جو ملی دفن سے پھر رنج کسے تھا  
ہنستے ہوئے سہا تھا ان کے مرے نوہر آتے

اے داغ گلہ غیر سے کیا بزم میں تم کو  
جب دوست کہے آپ کے دشمن کہہ دے



اول تو رہے دور وہ نالوں سے ہمارے  
پاس آئے تو گھبراتے سوالوں سے ہمارے  
کیا برہنہ پادشت میں لاکھوں بھی نہ ہوں گے  
کانٹوں کو ٹکڑے چھٹیرے پھالوں سے ہمارے  
ہر وقت نئی دشمن ہے ہمیں تازہ تصور  
جاؤ گے کہاں پنج کے خیالوں سے ہمارے  
اے داغ فلک دشمن ارباب ہمنہ ہے  
ظالم کو خیر ہونہ کمالوں سے ہمارے



کام دور چرخ میں بگڑے ہوتے اکثر بنے  
تجھ سے بن کر جب بگڑا جائے تو پھر کیوں کر بنے  
گو وہ نہ آیا کئے تادیب بیٹے تو رہے!  
داغ ان کی بزم میں دانستہ ہم اکثر بنے



بہا عمر گوری اس بُتِ خود سر کو سمھاتے  
 پھل کر موم ہو جاتا اگر چہ سر کو سمھاتے  
 ہوتے ملزم ہمیں سمھاکے اے حضرتِ ناصح  
 سب کو کر بندہ پرور ایسے دانشور کو سمھاتے



لانے گی پیچ زلفِ پریشاں نئے نئے  
 یہ سادگی دکھائے گی سماں نئے نئے  
 بیداد کو وہ داد کہیں ظلم کو کرم  
 کیا کیا جاتے جاتے ہیں احساں نئے نئے  
 لاؤں کہاں سے میں تجھے اے عالمِ شباب  
 آتے ہیں یاد ہوتے وہ ارماں نئے نئے



طرزِ جنابِ سند ہے یا شیوۂ وفا  
 دردِ ناز میں تم نے کون سی بات اختیار کی

مجھ سے لگنکار کو کیا عطا کیا  
اے داغ کیا ہی شان ہے پر دروگاری



کیا کہیے کس طرح سے جوانی گزر گئی  
بدنام کرنے آتی تھی بدنام کر گئی  
رہتی ہے کب بہارِ جوانی تمام عمر  
مانندِ بوئے گلِ اِدھر آتی اُدھر گئی



وصل کی آرزو کئے نہ بنی  
نہ بنی جستجو کئے نہ بنی  
شوق نے ہم کلام کر ہی ڈیا  
اُن سے بے گفتگو کئے نہ بنی



کیا طرزِ کلام ہو گئی ہے  
ہر بات پیہم ہو گئی ہے

اُگے تو نہیں نہیں سُنی تھی  
 اب تک یہ کلام ہو گئی ہے  
 اب دیکھئے مشقِ پائمالی  
 تعریفِ حرام ہو گئی ہے



شمعِ روشن ہے ہماری آہ سے  
 نورِ گائے بیٹھے ہیں اللہ سے  
 چلتے ہیں کیسا وہ رسد کا شکر  
 جب گزرتے ہیں ہماری راہ سے  
 مانگ کر تجھ کو بہت نام ہو  
 مانگنا تھا اور کچھ اللہ سے



طرزِ قدسی میں کبھی شیوہِ انساں میں کبھی  
 ہم بھی اک چیز تھے اس عالمِ امکاں میں کبھی  
 رنج میں رنج کا راحت میں راحت کا شریک  
 خاکِ ساحل میں کبھی موج ہوں طوفاں میں کبھی



سہق ایسا پڑھا دیا تو نے  
دل سے سب کچھ بھٹلا دیا تو نے  
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے  
دل بے مدعا دیا تو نے  
بے طلب جو ملا ، ملا مجھ کو  
بے غرض جو دیا ، دیا تو نے  
عسیر جاوید خضر کو بخشی  
آب حیاں پلا دیا تو نے  
نارِ نمرود کو کیا گلزار  
دوست کو یوں بچا دیا تو نے  
کہیں مشاق سے حجاب ہوا  
کہیں پردہ اٹھا دیا تو نے  
مٹ گئے دل سے نقش باطل ب  
نقش اپنا بسا دیا تو نے  
مجھ گہنگار کو جو بخش دیا  
تو جہنم کو کیا دیا تو نے



داغ کو کون دینے والا تھا  
جو ریا "اے خدا دیا تو نے



جو رکے بعد ہے کیوں لطف یہ عادت کیا ہے  
تم تلافی جو کرو اس کی ضرورت کیا ہے  
آدمی کو بے سہی گوشہ راحت کافی  
گھر کرے دل میں جو انسان تو جنت کیا ہے  
اُس پہ آتی ہے کہ جو لاکھ میں ایک پہچا ہے  
مجھ کو بے ناز کہ میری بھی طبیعت کیا ہے



تڑپنے سے دل بے تاب کوئی غم نکلتا ہے  
ٹھہر جا "صبر کو" مضطر نہ ہو کیوں دم نکلتا ہے  
نظر کو دیدہ مشتاق پر یاد کیو آئینہ  
تجے بھی کچھ خبر ہے تجھ میں کیا عالم نکلتا ہے



فسردہ دل کبھی غلوت نہ انجمن میں ہے  
 بہار ہو کے رہے ہم تو جس جمن میں رہے  
 ترا وہ حسن ہے اے شعلہ روجو تو چاہے  
 بنیر شمع کے پروانہ انجمن میں ہے



زمانہ ہے خفا مجھ سے کہ تم سے  
 گلے پر ہے گلا مجھ سے کہ تم سے  
 ستم سے باز آؤ ورنہ اک دن  
 یہ پوچھے گا خدا مجھ سے کہ تم سے  
 چپا کیوں چاند بدلی میں شبِ دل  
 اے آئی یا مجھ سے کہ تم سے



کیا نزاکت ہے کہ آئینے میں  
 عکس کے ساتھ کھینچا جاتا ہے  
 حسرتیں دل کی ہٹی جاتی ہیں  
 قافلہ ہے کہ ٹٹا جاتا ہے



اے داؤدِ حشر کل کہوں گا  
 دن کم ہے یہ داستان بہت ہے  
 انکارِ رقیب سے بھی ہو گا  
 یہ فتنہ تمہیں رواں بہت ہے  
 اک کوہِ گراں ہے عشقِ لیکن  
 اس کو دلِ ناتواں بہت ہے  
 الفت میں نہیں ہے صبرِ نایاب  
 یہ چیز مگر گراں بہت ہے  
 باطن کی خبر خدا کو بے داغ  
 ظاہر میں وہ مہرباں بہت ہے



کہے کی ہے ہوس کبھی کوئےِ بستاں کی ہے  
 مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے  
 حسرتِ برس رہی ہے ہمارے مزار پر  
 کہتے ہیں سب یہ قبر کسی نوجواں کی ہے

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں و آخ  
ہندو سماں میں دھوم ہماری نیاں کی ہے



غم اٹھانے کے واسطے دم ہے  
زندگی ہے اگر تو کیم غم ہے  
کہتے ہو کچھ کہو کہوں کیا خاک  
جاننا ہوں مزاج برہم ہے  
گریہ بے اثر کی کچھ مد بھی  
ہم ہیں اور آج چشم پر غم ہے  
اک جہاں ہمدیاں ہوا تو کیا  
مہربانی بڑی مقدم ہے  
آتے ہیں وہ رقیب کے گھر سے  
اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے  
سننے ہیں و آخ کل وہ آتے تھے  
بارے اب تو سلوک باہم ہے



آفتابِ داغ



یہ داغ کے کلام کا دوسرا مجموعہ ہے، پہلی بار ۱۸۸۲ء  
میں مطبع انوار الاخبار، لکھنؤ میں چھپ کر شائع ہوا تھا۔  
اس میں ۱۲۹ غزلیں ہیں جن کے اشعار کی مجموعی  
تعداد ۷۵۲ ہے۔



# رولف

اللہ سے مرتبہ مرے عجز و نیاز کا  
 گویا جواب ہے یہ ترے کبر و ناز کا  
 عالم تمام چشم حقیقت نگر بن  
 مند و یکساں ہے آئندہ آئین ساز کا  
 ہر چند راہ کعبہ و بت خانہ ایک ہے  
 اے راہ رو ہے کام یہاں امتیاز کا  
 دنیا بھی اک بیشت ہے اللہ سے کرم  
 کن نعمتوں کو حکم دیا ہے جواز کا  
 رستے سے میرے قیصر و خیر کو رتبہ کیا  
 میں ہوں غلام شاہ عراق و حجاز کا  
 کونین جس کے ناز سے چکرا ہے میں داغ  
 میں ہوں نیاز مند کسی بے نیاز کا



تُو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا  
 یا نبیؐ خوب ہوا، خوب ہوا، خوب ہوا

شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے باہم  
 سخن طاب و مطلوب ہوا خوب ہوا  
 اے شہنشاہِ رسل، فخرِ رسل، ختمِ رسل  
 خوب سے خوب خوش سلوب ہوا خوب ہوا  
 حشر میں اتنا ماحی کا ٹھکانا ہی نہ تھا  
 بخشوانا تجھے مرغوب ہوا خوب ہوا  
 داغ ہے روزِ قیامت مری شرم اگلے ہاتھ  
 میں گناہوں سے جو محبوب ہوا خوب ہوا



عیب نہ کلا جو ہنر پیدا کیا  
 ہم نے کھویا جس قدر پیدا کیا  
 اے نہ ہکسرایہ رنج و الم  
 ہم نے جس کو عمر بھر پیدا کیا  
 مدد عایہ تھا کہ ہم دیکھیں تجھے  
 ورنہ کیوں نورِ نظر پیدا کیا





دل میں طاقت ہو تو سب کچھ ہو سکے  
 عرش تک جاتی نہیں فریاد کیا  
 باعثِ گریہ نہ پوچھ لے ہم نشیں  
 کیا کہوں میں آگیا تھا یاد کیا



ایک ہی رنگ میں سب سے، یہ تاشا کیسا  
 کوئی کیسا ہے کوئی چاہنے والا کیسا  
 نیند آتی ہے بڑی رات گئے آتے ہو  
 سرخ آنکھوں میں بھلا نشہ صبا کیسا  
 نامہ بر تو نے بھی دیکھا ہے اسے کس کہنا  
 گات کیسی ہے پھبن کیسی ہے، نقشا کیسا  
 خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو غما ہر نہ کریں  
 لوگ کرتے ہیں بُری بات کا چہر چاکیسا



کہاں کہاں دلِ مشتاق دیدنے یہ کہاں  
 وہ چمکی برقِ تجبّتی وہ کوہِ طور آیا

کہیں تھی راہ نہائی، کہیں تھی راہ زنی  
 کہیں بلا کہیں میں کارواں سے دُور آیا  
 اہنی اشکِ مصیبت کی آبرور کھنا  
 یہ بے کسی میں بُرے وقت پر ضرور آیا  
 بنے ہو بزم میں ساقی تو یہ خیال رہے  
 کے سُورہ آیا کے سُورہ آیا



غمزدہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خوں ریز  
 تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا  
 چلنے کا رو دوست میں ساں نہیں بنتا  
 پہنچیں تو ٹھکانا سہ منزل نہیں ہوتا  
 میں اور شبِ تیرہ صحرائے خطرناک  
 رہبر کا پتہ سیٹھڑوں منزل نہیں ہوتا



بے مانگے دردِ عشق و غمِ جاں گزا دیا  
 سب کچھ ہلکے پاس ہے اللہ کا دیا

تسیرِ فراقِ داغِ تنہا وِ شائبِ غیر  
 دل ہو جگر ہو کھلتے ہیں سب آپ کا دیا  
 تھوڑی سی پی کے تلمیٹے سے کا بگڑ رہا  
 جب مز کو لگ گئی تو نہایت مزا دیا  
 انسان جانتے تو نہ لکھتے وہ یہ جواب  
 کیا جانے نامہ بُرنے مجھے کیا بتا دیا  
 بخش گیا جو داغِ سیرِ کارِ دیکھنا  
 جنت کہے گی آگ لگا دی جلا دیا



عشقِ تاثیر جو کرتا تو نہ پنہاں ہوتا  
 رنجِ میرا ترے چہرے سے نمایاں ہوتا  
 کیا غضب ہے نہیں انسان کو انساں کی تہ  
 ہر فرشتے کو یہ حسرت ہے کہ انساں ہوتا  
 حشر کے روز تجھے پاسِ عدالت ہو گا  
 بخش دیتا جو یہیں بسم تو حساں ہوتا



دل پُر اضطراب نے مارا  
 اسی خانہ خراب نے مارا  
 یاد کرتے ہو غیسر کے شمار  
 ہائے اس انتخاب نے مارا  
 دیکھ کر جلوہ غمش ہوتے ہوئی  
 داغ مجھ کو حجاب نے مارا



اس کتبہ دل کو کبھی ویراں نہیں دیکھا  
 اس بُت کو کب اللہ کا ہماں نہیں دیکھا  
 کیا ذوق ہے کیا شوق ہے سو مرتبہ دیکھوں  
 پھر بھی یہ کہوں جلوہ جاتاں نہیں دیکھا  
 جو دیکھتے ہیں دیکھنے والے ترے انداز  
 تو نے وہ تماشا ہی مری جاں نہیں دیکھا  
 جو دن مجھے تقدیر کی گردش نے دکھایا  
 تو نے بھی وہ لے گردشِ دوراں نہیں دیکھا  
 تم کو مرے مرنے کی یہ حسرت یہ تمنا  
 اچھوں کو بُری بات کا ارماں نہیں دیکھا



تُو ہے مشہور دل آزار یہ کیا  
 تجھ پر آتا ہے مجھے پیار یہ کیا  
 جانتا ہوں کہ مری جان ہے تُو  
 اور میں جان سے بیزار یہ کیا  
 تیری آنکھیں تو بہت اچھی ہیں  
 سب انہیں کہتے ہیں بیزار یہ کیا  
 دشتِ دل کے سلافت میں  
 اور میں سیٹھڑوں آزار یہ کیا



روکنا دل کو کہ شوقِ زلفِ دہرے چلا  
 تھامنا مجھ کو کہ یہ سودا میرا سرے چلا  
 نالہ چن کر دل کی باتیں دل سے باہرے چلا  
 یہ بشارت یہ خبر یہ مژدہ گھر گھرے چلا  
 ابرِ رحمت کا ہوا اہلِ جسم کو گھاں  
 سوتے دوزخ میں جو اپنا دامن ترے چلا

خوب رضواں سے درِ فردوس پر جھگڑے لگتے  
 جب بُتِ کافر کو میں دل میں چھپا کرے چلا  
 منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی شکل سے ہم  
 ضعف نے اکثر بھایا، شوق اکثرے چلا



ارمان بھرے دل کا نہ یوں نام نکلتا  
 ناکامی جاوید سے بھی کام نکلتا  
 گر سلسلہ نامہ و پیغام نکلتا  
 تو اے دلِ ناکام بڑا کام نکلتا  
 ہوتا ہے جینوں کا یہی وقتِ نائنش  
 ورنہ مہِ کامل نہ سیرِ شام نکلتا  
 دشمن کی ندامت نے انہیں پیار دلایا  
 اے کاش مرے ذمہ بھی الزام نکلتا



تصویرِ رخِ یار کو دیکھا اے دیکھا  
 خود شیرِ پُرواز کو دیکھا اے دیکھا

مشتاق سے کھل جاتے ہیں محبوب کے انداز  
 جب طاب دیدار کو دیکھا اسے دیکھا  
 اسے داغ اسی شوخ کے مضمون بھجے ہیں  
 جس نے مرے اشعار کو دیکھا اسے دیکھا



ناامیدی تیرے صلے تو نے دی راحت مجھے  
 کم ہوا جب ایک ارماں ایک دشمن کم ہوا  
 داغ پھر اس آفتِ جاں سے بڑھائی کم وراہ  
 پہلے تھوڑا رنج پایا پہلے تھوڑا غم ہوا



جب جوانی کا مزاج آتا رہا  
 زندگانی کا مزاج آتا رہا  
 داستانِ عشق جب ٹھہری غلط  
 پھر کہانی کا مزاج آتا رہا  
 دوسرا کوئی نہ تجھ سا بن سکا  
 نقشِ ثانی کا مزاج آتا رہا

نامہ برنے طے کتے سائے پیام  
منہ زبانی کا مزاج تار و پا



وہ جانا پھیر کر چتون کسی کا  
ہمارے ہاتھ میں دامن کسی کا  
زمانے کے چلن سیکھے ہیں تُو نے  
کسی کا دوست ہے دشمن کسی کا  
کلیں با تمام لوگے جب سنو گے  
نہ سنو اتے خدا شیون کسی کا  
گرے گی طور پر اک اور بجلی  
چمکتا ہے دُخ روشن کسی کا



گیا ہے عرشِ معشٰی پہ شورِ نالوں کا  
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا  
کہیں نہیں تری درگاہ کے سوا یارب  
فلکِ زووں کا ٹھکانا خراب حالوں کا



وہ چول والوں کا میلہ وہ سیر پارہ ہے داغ  
وہ روز بھر نے پچگٹ پری جمالوں کا

## رولف ب

میرے ہی دم سے مہر و وفا کا نشان ہے اب  
تجھ سا اگر نہیں ہے تو مجھ سا کہاں ہے اب  
باقی ہے اسی رات مگر اس کا کیا جواب  
گھبرا کے وہ یہ کہتے ہیں وقت ازاں ہے اب  
دیکھو زرا کسی شہم نے سب کچھ مٹا دیا  
وہ آنکھ 'وہ نگاہ' وہ چتون کہاں ہے اب

## رولف ت

عالم یاس میں گھبراتے نہ انسان بہت  
دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارمان بہت

تم کہ بیدار کرو اور نہ شرماؤ ذرا  
 ہم کہ ناکرہ گنس اور پشیمان بہت  
 سوچتے دل میں تو ہے عشق نہایت دشوار  
 نہ سمجھتے تو یہی کام ہے آسان بہت  
 حسرتیں لے تو چلی روح عدم کو یکن  
 اس مسافر سے چلے گا نہ یہ سامان بہت  
 نہ ہوتی بات میں اے حضرت واعظ تاثیر  
 یہ مسلم کہ پڑھا آپ نے قرآن بہت  
 بزم احباب میں لے دایع کبھی تو نہیں بول  
 دیکھتے ہیں تجھے ہر وقت پریشان بہت

## ردیف د

تیری گلی سے گو ہو صبا یا نسیم بند  
 ہوگی نہ بولے کا کلِ عنبر شمیم بند  
 گو اُن کے گھر سے ہو گئے میرے ندیم بند  
 دکھا نہیں ہے کام کسی کا کریم بند

ہو گا دمِ اخیر بھی لب پر مرے اَلَم  
 ہو گی زبان پڑھ کے الف لام میم بند  
 اے داغ اُن سے جو رو جھا کا گلہ جھٹ  
 تیرے کئے سے ہو گی نہ رسمِ قدیم بند

## دلیف م

جوابِ وصل نکلا آپ کے منہ سے نہیں بن کر  
 شکایت بھی یہاں آتی تو لب پر آفریں بن کر  
 یہاں ہم بد نصیبوں کے جو حصے میں نہیں آتی  
 ابھی رہ گئی کیا خوبی قسمت وہیں بن کر



مٹ گئے عشق میں گھر سیکڑوں ویراں ہو کر  
 پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوراں ہو کر  
 اس کو حسرت نہ رہی دشمنِ ایساں ہو کر  
 کوئی دن دیکھ لو اے داغِ مسماں ہو کر

ہم تو اس داغ کے قائل ہیں جو چمکے تاشتر  
 دل کے پڑے میں چرخ تہرہ داماں ہو کر  
 خیر بہتر ہے تغافل ہی سہی سن لینا  
 جان پر کھیل گیا کوئی پریشاں ہو کر  
 داغ تو کہے سے جاتا ہے جو بت خانے کو  
 شرم آتی نہیں کلم بخت سماں ہو کر



اک پل کی زندگی بھی غنیمت ہے دار پر  
 ملتے ہیں اشک خاک میں شرگاں کو چھوڑ کر  
 پوچھا جوان سے آؤ گے کب ہنس کے چپ بگڑے  
 چہرے پر اپنی زلف پریشاں کو چھوڑ کر



تم گھر سے تو نکلو کوئی آیا ہے مسافر  
 تم بات تو کرو کسی رنگیر سے باہر  
 دربان کے جھگڑے نے بڑا کام نکالا  
 گھبرا کے دفن کئے اسی تدبیر سے باہر

اک پشہ حیاں ہے تو اک چتر کوثر  
دو قطرے ہیں آبِ دمِ شمشیر سے باہر



نہ دلا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا  
دوستی اس بُتِ بدخو سے نبائیں کیوں کر  
چاہ کا نام جب آتا ہے بگر جاتے ہو  
وہ طریقہ تو بتا دو تمہیں چاہیں کیوں کر  
شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا اُن کو  
پار ہوتی ہیں کیلجے کے نگاہیں کیوں کر  
درد مندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے  
چپکے چپکے ترے بیمار گراہیں کیوں کر

## رولف م

واعظ یہی نہ کہوے کہ پیدا ہی کیوں ہوتے  
دنیا میں آئیں اور رہیں پاک باز ہم

اس میں بھی کوئی بھیید ہے تم جانتے نہیں  
 کہتے ہیں ایک ایک سے کیوں دل کے راز ہم  
 وہ دن گئے کہ داغ تھی ہر دم تئوں کی یاد  
 پڑتے ہیں پانچ وقت کی اب تو فاذ ہم

## رولف ن

گلے شکوے جو تے بھی تھے کس مزے کے  
 ہم الزام دانستہ کھاتے گئے ہیں  
 فرشتے بھی دیکھیں تو کھل جاتیں آنکھیں  
 بشر کو وہ جلوے دکھاتے گئے ہیں



بُت کو بُت اور خدا کو جو خدا کہتے ہیں  
 ہم بھی دیکھیں تو اسے دیکھ کے کیا کہتے ہیں  
 سب مجھے شیفتہ نماز واد کہتے ہیں  
 تم تو کہتے ہی نہیں کچھ اسے کیا کہتے ہیں

جو بھلے ہیں وہ بُروں کو بھی بھلا کہتے ہیں  
 نہ بُرا کہتے ہیں اپنے نہ بُرا کہتے ہیں  
 نہیں ملتا ہے کسی مضمون میں ہمارا مضمون  
 طرز اپنا ہے جدا سب سے جدا کہتے ہیں



اندوہ و درو دیاس و غم ورنج اپنے پاس  
 جو کچھ ہے وہ تمہاری عنایت سے کم نہیں  
 کیا ماجد کہوں دلِ امتیہ دار کا  
 اک آرزو ہزار مصیبت سے کم نہیں  
 یہ ناز، یہ نگاہ، یہ چہل، یہ شوخیاں  
 تم اس سے بھی سوا ہو قیامت سے کم نہیں



بہال کس کی ہے اے ستم گر! سنلے جو تجھ کو چار باتیں  
 بھلا کیا اعتبار تو نے، ہزار منہ ہیں ہزار باتیں  
 جو کیفیت دیکھنی ہے زاہد، تو چل کے تو دیکھ میکہ میں  
 بہک بہک کر مزے مزے کی سنائیں گے بادہ خوار باتیں

نگاہیں دشنام دے رہی ہیں، ادا تیں پیغام دے رہی ہیں  
 کبھی نہ بھولیں گے حشر تک ہم رہیں گی یہ یادگار باتیں  
 بہل ہی جاتے گا دل ہمارا کہ ہجر کی شب کو رحم کھا کر  
 تمہاری تصویر بول اٹھے گی، کوسے گی بے اختیار باتیں  
 بُری بلا ہے یہ داغِ پُرفن تم اس کو ہرگز نہ من لگانا  
 دگر نہ ڈھب پر لگا ہی لے گا سنیں اگر اسکی چار باتیں



بتانِ ماہِ وحشِ اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں  
 جسے برباد کرتے ہیں اسی کے دل میں رہتے ہیں  
 زمیں پر پاؤںِ نخواست سے نہیں رکھتے پری پسیر  
 یہ گویا اس مکاں کی دوسری خبریں میں رہتے ہیں  
 خدا رکھے سلامت جن کو ان کی موت کب آئے  
 ترپتے ہوئے ہم کو چپے قاتل میں رہتے ہیں  
 خدا رکھے محبت نے کئے آباد دونوں گھر  
 میں اُن کے دل میں رہتا ہوں وہ مجھے ل میں رہتے ہیں  
 کوئی نام و نشان پوچھے تو لے قاصد بتا دینا  
 تخلصِ داغ ہے وہ عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں





یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں  
 وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں  
 کیا داغ نے کہا تھا جو ایسے بڑھ گئے  
 عاشق کی بات کا تو برا سامنے نہیں



پردے پر رے میں عتاب اپنے تھے نہیں  
 ایسے اندازِ حجاب اپنے تھے نہیں  
 اسے فلک کیا ہے زمانے کی بساط  
 دُہم بدم کے اقتدار اپنے تھے نہیں  
 صورت اچھی ہے تو سیرت ہے بُری  
 ایسے مشوقِ انتخاب اپنے تھے نہیں  
 توبہ کریں ہم سے دُشوق سے  
 بے مزا ہیں، یہ ثواب اپنے تھے نہیں



مہربانی کے کسی شخص نے پوچھا ہے مزاج  
 سخت مشکل ہے کہ حالِ دلِ مضطرب نہ کہوں  
 میری شامت ہے کہوں آپ کا بگڑا ہے مزاج  
 اس کو بگڑا ہوا میں اپنا مقدر نہ کہوں  
 دل کی تاکید ہے ہر حال میں ہو پاسِ وفا  
 کیا ستم ہے کہ ستم گر کو ستم مگر نہ کہوں



راہِ پران کو نگلاتے تو ہیں باتوں میں  
 اور کھل جاتیں گے دو چہرہ رطاقاتوں میں  
 ابرِ رحمت ہی برستا نظر آیا زاہد  
 خاک اڑتی کبھی دیکھی یہ حسرتِ باتوں میں  
 یارب اُس چاند سے ٹکڑے کو کہاں سے لاتوں  
 روشنی جس کی جوان تاروں بھری راتوں میں



نگاہِ پھیر کے عذرِ مصال کرتے ہیں  
 مجھے وہ انٹی چھری سے حلال کرتے ہیں

نہ دیکھی بغض نہ پوچھا مزاج بھی تم نے  
 مریض غم کی یوں ہی دیکھ بھال کرتے ہیں  
 ادھر تو کوئی نہیں جس سے آپ ہیں مصروف  
 ادھر کو دیکھتے ہم عرض حال کرتے ہیں  
 ہزار کام مزے کے ہیں داغ الفت میں  
 جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کہتے ہیں



بھویں تنہی ہیں، خجسہ ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں  
 کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں  
 اپنی کیوں نہیں اتنی قیامت، ماجر اکیا ہے  
 ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں  
 یہ گستاخی، یہ پھیرا بھی نہیں ہے اے دل، تداواں  
 ابھی پھر روٹھ جاتیں گے، ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں  
 اثر ہے جذب الفت میں تو کچھ کراہی جاتیں گے  
 ہمیں پروا نہیں، ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں  
 کسی کی شامت آنے لگی، کسی کی جان جاتے گی  
 کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹنا محفل میں اُن کا رنگ لاتے گا  
 قیامت بن کے اٹھیں گے، بھوکا بن کے بیٹھے ہیں  
 کوئی چھینا پڑے تو داغ کھٹکے چلے جائیں  
 عظیم آباد میں ہم منتظرِ سدا بن کے بیٹھے ہیں



دردِ دل کا کوئی پہلو جو نکالوں تو کہوں  
 اپنے روٹھے ہوتے دلبر کو منا لوں تو کہوں  
 شبِ ہجران میں جو کچھ اس سے ہوتی ہیں باتیں  
 تیری تصویر کو سینے سے لگا لوں تو کہوں  
 میں ہوں بے تاب، وہ بدستِ فناء ہے دراز  
 دل کو تھاموں تو کہوں، ان کو سنبھالوں تو کہوں



قیامت کی تھلکی ہے تہائے رشتے روشن میں  
 مجھے ڈر ہے کہ دیکھو آگ لگ جاتے نہ چلن میں  
 کسی کے خوف سے جی کھول کر رو یا نہیں جائے  
 کہ جو آنسو ٹپکتا ہے چھپا لیتا ہوں دامن میں

عقب ہے داغ یہ دن رات یہ برسات یوں گزرے  
کہاں وہ رشک گل جھولا جھلاتیں جس کو ساون میں



تکیں تری شوخی میں تو شوخی ہے حیا میں  
غمزہ ترے انداز میں اندازِ او میں  
دو باتوں کی فساد ہے درگاہِ خدا میں  
دم آتے ترے دل میں اثر میری دعا میں  
تھا عقدہ کشا کون کہ موجود ہیں دیکھو  
ٹوٹے ہوتے ناخن گرہ بندِ قبا میں  
آنکھیں ترے تلوں سے ملیں کس نے پہل  
دو پھول سے زنگس کے بنے ہیں کھدپا میں

## روایف و

اس نگر میں کچھ اُن سے نہ بات کر کے  
یہ گفتگو نہ ہو کہیں وہ گفتگو نہ ہو

وہ آدمی کہاں ہے، وہ انسان ہے کہاں  
 جو دوست کا ہو دوست، عدو کا عدو نہ ہو  
 - مٹی کی صورت اس سے تو لے داغ خوب ہے  
 معشوق کیا جو شوخ نہ ہو، خوش گلو نہ ہو -



بات کا زخم ہے توار کے زخموں سے سوا  
 کیسے قتل مگر منہ سے کچھ ارشاد نہ ہو  
 جو دے بعد ہے اب مسرت قسلی کیا  
 اُس سے فریاد ہے جس کو وہ گھڑی یاد نہ ہو  
 دیکھ اے شام غریبی، وہ ماسٹر میں ہوں  
 جس کا گھر بار نہ ہو، جس کو وطن یاد نہ ہو  
 ہے مرے دل کی تباہی پہ تعجب کیا خوب  
 آپ برباد کریں جس کو وہ برباد نہ ہو



- تم کو چپ باتو خطا کیا ہے، بنا دو مجھ کو  
 دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھ کو

تم کو تو حشر کے دن لاکھ میں پہچان لیا  
 میں بجلا کون ہوں، میرا تو پتا دو مجھ کو  
 مجھ کو ملتا ہی نہیں مہر و محبت کا نشان  
 تم نے دیکھا ہو کسی میں توبت دو مجھ کو



کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو  
 دو دن میں یہ مزاج ہے آگے کو خیر؟  
 کیا وصال کس کی تسلی کہاں کا لطف  
 کچھ ہونہ ہوا بلا سے مرے دل کی خیر ہو



ہم بھی دیکھیں تو کہاں تک نہ توجہ ہوگی  
 کوئی دن تذکرۃ الہی وفا ہونے دو  
 کیا نہ آئے گا اُسے خوف مرے قتل کے بعد  
 دستِ قاتل کو ذرا وسوسہ دعا ہونے دو



- کہتے ہیں جس کو حوزہ انساں نہیں تو ہو  
 جاتی ہے جس پہ جان امری جاں تمہیں تو ہو  
 پہ پختہ لوگ بہت مرے دل کو احبابِ رُحر  
 اس گھر میں اور کون ہے 'ہماں تمہیں تو ہو -  
 دل دار و دل فریب و دل آزار و دل ستاں  
 لاکھوں میں ہم کہیں گے کہاں ہاں تمہیں تو ہو  
 کرتے ہو داغ و دور سے بُت خلع کو سلام  
 اپنی طرح کے ایک مسلمان تمہیں تو ہو



حوروں سے کیا غرض تھی عبث بدگمان ہو  
 جنت میں سے گئی تری محفل کی آرزو  
 ہے قیس کا تو شوق زمانے پر آشکار  
 کیا جانے کوئی صاحبِ محفل کی آرزو  
 پہچان لو فطرت کی صورت سوال ہے  
 تم جان لو یہ ہے برے سائل کی آرزو





# رولف ی

شب وصل خد میں بسر ہو گئی  
نہیں ہوتے ہوتے سحر ہو گئی  
پُرے حال سے یا بھلے حال سے  
تہیں کیا ہماری بسر ہو گئی  
میسر ہمیں خوابِ راحت کہاں  
فرا آنکھ جھپکی سحر ہو گئی  
جفا پر دفن تو کروں سوچ لو  
تہیں مجھ سے الفت اگر ہو گئی  
تسلی مجھے دے کے جاتے تو ہو  
مبارا جو نوعِ دگر ہو گئی  
شب وصل ایسی بھلی چاندنی  
وہ گھبرا کے بوئے سحر ہو گئی



اُس سے کیا خاک ہم نشیں بنتی  
بات بگڑی ہوتی نہیں بنتی

آدمی سب فرشتے بن جاتے  
 آسماں پر اگر زمیں بنتی  
 میری صورت بنی تو خاک بنی  
 قسمت اے صورت آنسیرِ بنتی  
 وعدہ کرتے ہی کیا وہ آجاتے  
 رات بھر زلفِ منبریں بنتی  
 تُو نے ایسے بگڑا ڈالے میں  
 ایک کی ایک سے نہیں بنتی  
 نہ ملکتی جو حسن کی تقدیر  
 کیوں تری چاند سی جہیں بنتی



ملاتے ہو اُسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے  
 مری جاں چاہنے والا بڑی شکل سے ملتا ہے  
 عدم کی جو حقیقت ہے وہ پوچھو اہل ہستی سے  
 سافر کو تو منزل کا پتا منزل سے ملتا ہے



- اس کے درمک کے سائی ہے  
 وہ ہی جائے گاجس کی آتی ہے  
 قتل کرتی ہے گھنٹگو ان کی  
 بات میں بات کی صفاتی ہے  
 بھرو یا زخم میں نمک اُس نے  
 یہ دُعا گو کی مَن بھراتی ہے  
 اے لب یار تجھ کو میری قسم  
 تبھی سچی قسم بھی کھاتی ہے -



اپنا ہی مکس کیوں نہ ہو اللہ سے مجاب  
 دیکھا نہ آئے تبھی اُس نے قریب سے  
 اے ناصح شفیق رہے کچھ تو چھیڑ چھاڑ  
 ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے  
 مانند برق مثل ہوا صورت نگاہ  
 اکثر نکل گئے ہیں وہ میرے قریب سے



ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے  
 روٹھ کر پھر سکرانا کوئی تم سے سیکھ جاتے  
 کوئی سیکھے خاکساری کی روش تو ہم سکھائیں  
 خاک میں دل کو ملانا کوئی تم سے سیکھ جاتے  
 آتے جاتے یوں تو دیکھے ہیں ہزاروں خوش خرام  
 دل میں آنا، دل سے جانا کوئی تم سے سیکھ جاتے  
 دیکھ کر آئینہ اترائے کہ ہم بھی کوئی ہیں  
 اپنی نظروں میں کسما کوئی تم سے سیکھ جاتے



مرادیں مان رہا ہوں قضا کے آنے کی  
 بُری گھڑی تھی دل بہلا کے آنے کی  
 تہا سے دن ہیں قیامت اٹھائے پھرنے کے  
 تمہاری عمر ہے ناز و ادا کے آنے کی  
 دمِ اخیر مجھے اس کی کیا خوشی کم ہے  
 کہ دیکھیں چال تری مسکرا کے آنے کی



آتے ہی اُن کو ہوش قیامت بپا ہوتی  
 مانگی تھیں کیوں دعائیں کر یہ دُن خدا کے  
 کیوں اے ستم شعار وہ کہتا بھی یاد ہے  
 تجھ سے دعا کرے تو خدا سے دعا کرے  
 تجھ کو پسند آگئی دیوانچی مری  
 تیری خوشی سے کام کوئی کچھ کیسے



پیامی کا میاب آئے نہ آئے  
 خدا جانے جواب آئے نہ آئے  
 ترے غمزدوں کو اپنے کام سے کام  
 کھسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے  
 تم آؤ جب سوارِ تو کسین نماز  
 قیامت ہم رکاب آئے نہ آئے  
 شمار اپنی خطاؤں کا بتا دوں  
 تمہیں شاید حساب آئے نہ آئے



مانگے جائیں گے دُعا ہوگی زکب تک مقبول  
 بے تے جو کبھی ملت نہ ہو سائل ہے وہی  
 کام دُنیا میں زکلت نہیں آسانی سے  
 جس کو ہم سہل سمجھ لیتے ہیں مشکل ہے وہی  
 حُسر توں کی ہے تباہی سے تباہی دل میں  
 جس جگہ قافلے ٹٹتے ہوں منزل ہے وہی



میری فریاد دوسرا نہ سُنے  
 تم سنوئے بُتو خدا نہ سُنے  
 راز اپنا کبھی کہا نہ کہے  
 حال میرا کبھی سنا نہ سُنے  
 دوستی کیا اسی کو کہتے ہیں  
 آشنا کی جو آشنا نہ سُنے



حُشر کے دن بھی ہو شرحِ غم تہا ہے سامنے  
 سب خدا کے سامنے ہوں ہم تہا ہے سامنے

آہ لب پر آئے تھم تھم کر کہ تم گھبرا نہ جاؤ  
 درد دل میں ہو مگر کم کم تمہارے سامنے  
 اب یہ بے باکی وہ دن بھی یاد میں جب چھپ گئے  
 آگیا جب کوئی نامعلوم تمہارے سامنے



پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی  
 ہم سبھی رسوا ہو چکے ان کی بھی شہرت ہو چکی  
 دیکھ کر آئینہ اپنی آپ وہ کہنے لگے  
 شکل یہ پریوں کی یہ خوروں کی صورت ہو چکی  
 ہم بدل جاتیں گے کیا قسمت بدل جائے گی کیا  
 جب نہ دنیا میں ہوتی، عقبتی میں راحت ہو چکی



یہ تری چشمِ نسوں گرمی کمال اچھا ہے  
 ایک کا حال بُرا ایک کا حال اچھا ہے  
 ننگِ ہمت ہے اگر دولتِ کونین ملے  
 جو نہ پورا ہو کسی سے وہ سوال اچھا ہے

وہ عیادت کو مری آتے ہیں، نو اور سنو  
 آج ہی خوبیِ تقدیر سے حال اچھا ہے  
 آپ کی جس میں ہو مرضی، وہ مصیبت بہتر  
 آپ کی جس میں خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے  
 یاد کھا دو مجھے تم پاؤں کا ناخن اپنا  
 یا یہ کہہ دو مرے ناخن سے ہلال اچھا ہے  
 باغِ عالم میں کوئی خاک پھلے پھولے گا  
 برقِ مگر تھی ہے اُسی پر جو نہال اچھا ہے  
 ہم سے پوچھے کوئی دنیا میں ہے کیا شے اچھی  
 رنج اچھا ہے، غم اچھا ہے، ملال اچھا ہے



بیٹھے او اس، اُٹھے پریشاں، خفا پلے  
 پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا پلے  
 ہم ساتھ ہوتے تو کہا اُس نے غیر سے  
 آتا ہے کون، اس سے کہو، یہ جبدا پلے  
 بالیں سے میری آج وہ یہ کہہ کے اُٹھ گئے  
 اس پر دوا پلے نہ کسی کی دھا پلے



دکھا دل و دماغ کو تو روک تھام کے  
اس عسبرے وفا پہ مرا نور کیا پلے



و آخ اُس بزم میں جہاں کہاں جاتا ہے  
تیرا اللہ نگہبان کہاں جاتا ہے  
وہ بھی دن یا درہیں یہ کہہ کے مناتے تھے مجھے  
آ ادرہ میں ترے تیرا کہاں جاتا ہے  
غیر جاتا تھا وہاں میں نے یہ کہہ کر روکا  
تجھ سے کچھ جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے



کچھ وہ سرگرم سخن نام خدا ہونے لگے  
اب خدا چاہے تو مطلب بھی ادا ہونے لگے  
غیر کے مذکور پر میسر اب بگڑتا تھا جب  
نمبر و نمبر و سنبھلو سنبھلو کیا سے کیا ہونے لگے  
اضطراب شوق کا عالم کہوں کیا اس گھڑی  
جب کسی کافر کے دامنِ رقا ہونے لگے

میہانوں کو بلا تے ہیں خوشی کے واسطے  
 تم تو آتے ہی بگڑ بیٹے، غصا ہونے لگے  
 غیر اچھا میں بڑا یوں ہی کبھی بس چپ رہو  
 رفتہ رفتہ یہ نہ ہو محبت سوا ہونے لگے  
 داغ میں پرچا ہی لوں گا باتوں باتوں میں نہیں  
 شرط یہ ہے میرا ان کا سنا ہونے لگے



باخ عالم میں ہیں سب پھولنے پھلنے کے لئے  
 درد کیا داغ تری طرح سے جلنے کے لئے  
 اپنی تصویر ہی وہ کاش مجھے بھجوا دیں  
 مشعل جہاں سے کوئی تو بہہ سنے کے لئے  
 کون سی کی نہ دوا، کون سی مانگی نہ دوا  
 ہم نے کیا کیا نہ کیا اپنے سنبھلنے کے لئے  
 غم کی دیوار کھڑی ہو گئی دل کے اندر  
 میرے ارمان ترستے ہیں نکلنے کے لئے



طُور کے پہلو میں اک بُت خانہ ایسا چاہیے  
 شور اُٹھے جلوہ جاناں ایسا چاہیے  
 ایک قطرہ بھی نہ اے ساقی نے کم ظرف کو  
 انتظام بارہ و پیمانہ ایسا چاہیے  
 - دیکھ کر چاہت مری کہتے ہیں سب اہل نظر  
 گل کو بُلبل شمع کو پروانہ ایسا چاہیے -  
 جبر پر ہو صبرِ الفت میں جفا پر ہو وفا  
 تجھ کو تو اے ہمتِ مردانہ ایسا چاہیے  
 اس یہانے سے دکھادیں دل کا نقشہ ہم انہیں  
 ہم کو اک ٹوٹا ہوا پیمانہ ایسا چاہیے  
 خوب جی بھر کر سنا پہلے قوتِ قصہ داغ کا  
 پھر کہا دل تمام کرا فساد ایسا چاہیے



وصل کی شب تھے سرائے دل میں کیا کیا ذوق شوق  
 صبح کے ہوتے ہی سب زحمتِ مسافر ہو گئے  
 حضرتِ ناصح نے پی کر مے یہ اچھی چال کی  
 عتب سے جا ملے رندوں کے منہر ہو گئے

دآخ تم آتے تھے جزم عیش میں خوش خوش ابھی  
کیا ہوا کس واسطے اس سردہ خاطر ہو گئے



یہ بھی طرزِ خرام ہوتی ہے  
ساری دنیا تمام ہوتی ہے  
صبح ہونے تو دوپہلے جانا  
شب کی نیت حرام ہوتی ہے  
حرفِ مطلب کہا نہیں جاتا  
بات ان سے مدام ہوتی ہے  
دمِ آخر تو کچھ مری سُن لو  
آج حجتِ تمام ہوتی ہے  
غیرِ یقینی برائی کرتے ہیں  
وہ ہمارے ہی نام ہوتی ہے  
پہلے اسے دآخ کچھ نہ ہوش آیا  
دل کی اب روک تمام ہوتی ہے



اٹھتے ہیں جو عالم میں وہ بٹ جاتے ہیں فتنے  
 کافر تری آنکھوں کی شرارت نہیں جاتی  
 شرما کے قسم کھا کے ابھی عہد کیا تھا  
 پھر ظلم کیا، آپ کی عادت نہیں جاتی  
 - ہم چاہ کے پھپھاتے ہیں اس پر وہ نشیں کو  
 آنکھوں سے کسی وقت وہ صورت نہیں جاتی



نہ نکلے عالم بالانکھ ایسا چاند سا چہرہ  
 انہیں کافر بتوں میں ایک صورت ایسی ہوتی ہے  
 غضب میں جانی ہے برسوں کے شکوے بھول جاتوں  
 کبھی دو چار دن ان کی عنایت ایسی ہوتی ہے  
 - ذرا سی بات پر لے داغ تم ان سے بگڑ نیٹھے  
 اسی کا نام الفت ہے محبت ایسی ہوتی ہے



آپ کا اعتبار کون کرے  
 روز کا انتظار کون کرے

تم تو ہو جان اک زمانے کی  
 جان تم پر نشا رکون کرے  
 آفتِ روزگار جب تم ہو  
 شکوۂ روزگار کون کرے  
 غیر نے تم سے بے وفا کی  
 یہ چلن اختیار کون کرے



رنج کی جب گفت گو ہونے لگی  
 آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی  
 میری رسوائی کی نوبت آ گئی  
 ان کی شہرت کو بکو ہونے لگی  
 ہے تری تصویر کتنی بے حجاب  
 ہر کسی کے رو برو ہونے لگی



ناروا کیئے، ناسزا کیئے  
 کیئے کیئے بے برا کیئے

پھر نہ کہنے جو مدعا کہتے  
 ایک کے بعد دوسرا کہتے  
 تجھ کو اچھا کہا ہے کس کس نے  
 کہنے والوں کو خیر کیے کہتے  
 وہ بھی سن لیں گے یہ کبھی نہ کبھی  
 حالِ دل سب سے جا بجا کہتے  
 انتہا عشق کی خدا جانے  
 دمِ آخر کو ابنا کہتے  
 صبرِ فرقت میں آہی جاتا ہے  
 پر اسے دیر آشنا کہتے  
 آگئی آپ کو مسیحا  
 مرنے والوں کو مرجب کہتے



کوئی نہیں تو دل ہی سے باتیں ہیں رات بھر  
 اللہ سے شوقِ حرف و حکایات کا بے  
 ڈرنا کسی کا اور وہ مجبلی کا کوندنا  
 موسمِ بہت پسند ہے برسات کا بے



گرہ جو پڑ گئی رنجش میں وہ مشکل سے نکلے گی  
 نہ اُن کے دل سے نکلے گی نہ میرے دل سے نکلے گی  
 مجھے آتا ہے تم پر جسمِ میسرانہ نہ کھلواؤ  
 کیلچہ توڑے گی وہ دعا جو دل سے نکلے گی



نرالی ہے اداسائے جہاں سے  
 کوئی پیدا کرے تجھ سے کہاں سے  
 گرے ہوتے الجھ کر آستیاں سے  
 چلے آتے ہو گھبراے کہاں سے  
 شکایت راہِ الفت کی سُنے کون  
 الگ چلتا ہوں پیچ کر کاڑاں سے  
 وہ خط لکھیں مجھے بھوٹا ہے قاعد  
 خدا جانے اٹھا لایا کہاں سے





گلہ کیسا کہاں کا رنج، کس کا جاں بلب ہونا  
 جب اُس نے پیار سے پوچھا، تمہارا دم نکلتا ہے  
 تمہیں میرے سیجا ہو، تمہیں میری تمنا ہو  
 تمہیں پر جان جاتی ہے، تمہیں پر دم نکلتا ہے  
 نقابِ روتے روشن سے رُخ پر نور کا جلوہ  
 جو چمن چمن کر نکلتا ہے تو یہ کیا کم نکلتا ہے



سریلی صدا تیں میں اُس شوخ کی سی  
 ابھی یہ جلسہ کہاں ہو رہا ہے  
 بہت حسرت آتی ہے مجھ کو یہ سن کر  
 کسی پر کوئی مہرباں ہو رہا ہے  
 وہ حالِ طبیعت جو برسوں چھپایا  
 ہر اک شخص سے اب بیاں ہو رہا ہے  
 یہ بے ہوشیاں دماغِ نیا خولِ غفلت  
 خبر بھی ہے جو کچھ وہاں ہو رہا ہے



ہاتے وہ دن کہ میسر تھی ہمیں رات نئی  
 روز مشوق نیا روز ملاقات نئی  
 بات کرتی نہیں اے لیتی ہے چٹکی دل میں  
 یہ تو ہے آپ کی تصویر میں اک بات نئی  
 ہوں گے حورانِ بے ہستی کے پُرانے انداز  
 آپ کی بات نئی نگہات نئی نگہات نئی  
 داغِ سا بھی کوئی شاعر ہے ذرا پس کہنا  
 جس کے ہر شعر میں ترکیب نئی بات نئی



ملتے ہی بے باک تھی وہ آنکھ شرماتی ہوتی  
 پھر گئی پچپت کے پلکوں تک حیا آتی ہوتی  
 ہر اداس تہ سہرے پاؤں تک چھاتی ہوتی  
 اُف تیری کافر جوانی جوش پر آتی ہوتی  
 کس دل بے تاب کی یارب تماشا تھی ہوتی  
 وہ نگاہِ شوخ کچھ بھرتی ہے گھبراتی ہوتی  
 ٹوک کر رستے میں پیار ہی گیا اس شوخ پر  
 وہ نظر حیرت زدہ وہ آنکھ شرماتی ہوتی

مہتابِ دلِ غم؎



یہ داغ کے کلام کا تیسرا مجموعہ ہے، ۱۸۹۲ء  
میں مطبع عزیز دکن حیدرآباد میں شائع ہوا تھا۔  
اس میں ۲۹۲ غزلیں ہیں جن کے اشعار کی  
مجموعی تعداد ۶۷۱ ہے۔



# ردیف ۱

دونوں جہاں میں بُوئے محمدؐ ہے عطرِ بینر  
 کوئین میں ہے رنگِ فقط ایک پُھول کا  
 صَلّ علیٰ ! ہے نامِ محمدؐ میں کیا اثر  
 درماں دلِ علیل و حُزین و ملول کا  
 طاعتِ خدا کی اور اطاعتِ رسولؐ کی  
 یہ ہے طریقِ دولتِ دین کے حصول کا  
 یہ داغ ہے صحابہٴ عظام کا مطیع  
 یہ داغ جہاں نثار ہے آلِ رسولؐ کا



یارب ہے بخش دینِ بندے کو کام تیرا  
 محروم رہ نہ جاتے کل یہ غلام تیرا  
 جب تک ہے دلِ بغل میں ہر دم ہو یاد تیری  
 جب تک زباں ہو منہ میں جاری ہو نام تیرا

اس شاہ انبیاء کے درکاہوں میں سلامی  
 آیا سلام جس کو پہنچا پیام تیرا  
 ہے تو ہی دینے والا سقتی سے بڑے بلندی  
 اسفل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا  
 محروم کیوں رہوں میں جی بھر کے کیوں شلوں میں  
 دیتا ہے رزق سب کو ہے فیض عم تیرا



اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا  
 یاد آتا ہے، میں ہوتے زمانہ دل کا  
 نگہ یار نے کی خزاں خرابی ایسی  
 نہ ٹھکانا ہے جگر کا نہ ٹھکانا دل کا  
 ان حسینوں کا لڑپکین ہی رہے یا اللہ  
 ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا  
 بعد مدت کے یہ اسے آغ سمجھ میں آیا  
 وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا



سب کھلایے ہمیں اُن کے من چھپانے کا  
 اڑانے کوئی انداز سُکرانے کا  
 جھٹکتے میں تھم تھم کے اس خیال سے وہ  
 گیا تو پھر یہ نہیں میرے ہاتھ آنے کا  
 سماں اپنی نگاہوں میں ایسے ویسے کیا  
 رقیب ہی کبھی ہو آدمی ٹھکانے کا  
 تمہیں رقیب نے بھیجا کھلا ہوا پرچہ  
 نہ تھا نصیب لفافہ بھی آدھ آنے کا



دُورِ دل بھی کسی سے وہ برابر نہیں ملتا  
 یہ اور قیامت ہے کہ مل کر نہیں بتا  
 کیا پوچھتے ہو بزم میں کیا ڈھونڈ رہے ہو  
 لو صاف بتا دوں دل مضطر نہیں بتا  
 یارب مرے اشکوں سے نہ تاثیر حُبِ اہو  
 اس قافلے سے کوئی پچھڑ کر نہیں بتا



سینوں کی دف کیسی جفا کیا  
 جو دل آیا تو پھر اچھا بُرا کیا  
 بگڑا بیٹھے عجبٹ ذکرِ عہد پر  
 سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا  
 کبھی تڑپا کے دل پر ہاتھ رکھنا  
 کبھی کہنا اسے یہ ہو گیا کیا  
 کہا ظالم نے سُن کر داغ کا حال  
 بہت اچھے میں اُن کا پوچھنا کیا



بُرا ہے شاد کو ناشاد کرنا  
 سمجھ کر سُچ کر میدا کرنا  
 مرے صیاد کو اک کھیل ٹھہرا  
 چننا کر دام میں آزاد کرنا  
 غم دنیا و دیں میں مبتلا ہوں  
 مرے مولا ہری امداد کرنا





ہے ساتھ ساتھ شامِ غریبی کے کچھ دھواں  
 یاروں نے گھر کو آگ لگا دی وطن میں کیا  
 فتنہ، فساد، رشک، تغافل، مغرور، ناز  
 اس کے سوا ہے اور تیری انجمن میں کیا  
 قاصد کے فیصلے سے مرے ہوش اڑ گئے  
 کیا جانے کہہ دیا اسے دیوانہ پن میں کیا  
 غربت میں پوچھ لیتے ہیں بادِ صبا سے ہم  
 رہتا ہے ذکرِ خیر ہمارا وطن میں کیا  
 زیرِ زمیں بھی مجھ پہ قیامت پڑ رہی  
 فتنے کا عطر اس نے ملا تھا کفن میں کیا



توبہ تو بہ سر تسلیم جھکایا جاتا  
 ہم جو سمجھتے تھے اگر تجھ میں نہ پایا جاتا  
 اسے نزاکت ترے قربان کہ وقتِ رخصت  
 وہ کہیں ہم سے تو گھر تک نہیں جایا جاتا  
 میں گہنگار نہ ہوتا جو الہی مجھ کو !  
 ہر برس نامہ اعمال دکھایا جاتا

حُسن کی شان میں ہے رنگِ ناپہوئے ہوئی  
 تو اگر آنکھ چُراتا تو دکھایا جاتا  
 اٹھ کے کہے سے نہ جاتا جو صنم خانے کو  
 اور پھر داغ کہاں باخُدا یا جاتا



کاش تو گورِ غریباں پہ نہ مضطر پھرتا  
 صبر سے ناز سے مسکیں سے ٹھہر کر پھرتا  
 میرے ہی ہاتھ سے مشکل مری آساں ہوئی  
 مجھ کو دیجے جو نہیں آپ سے خنجر پھرتا  
 بیڑیاں ڈال کے گردِ دفن نہ کرتے لہباب  
 اے جنوں لاشِ ہر قبر کے اندر پھرتا  
 میں نہ ہوتا تو مزہ بادہ کشی کا بھی نہ تھا  
 ڈھونڈتا مجھ کو تری یز میں ساغر پھرتا  
 لطف تھا میں بھی شبِ وصل میں کیس پُپ جاتا  
 آدمی اُن کا مری ٹوہ میں گھر گھر پھرتا





تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دل رُبا جاتا رہا  
 دل کی بھی پروا نہیں سب آ رہا جاتا رہا  
 جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی  
 جو بھروسہ تھا ہمیں وہ آ رہا جاتا رہا  
 اب کتنی دن سے وہ رسمِ درہ بھی موقوف ہے  
 درہ برسوں نامہ بُرا آ رہا جاتا رہا  
 مرگِ دشمن کا زیادہ ٹھم سے ہے مجھ کو ملال  
 دشمنی کا لطف شکوے کا مزا جاتا رہا  
 اچھی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاک بھانک  
 رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا  
 کس قدر ان کو فراقِ غیر کا افسوس ہے  
 ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا  
 حرصِ دامن گیر دنیا، مالِ دنیا بے ثبات  
 جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا



! بے چلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا  
 ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا -  
 بزم دشمن سے تجھے کون اٹھا سکتا ہے  
 اک قیامت کا اٹھانا ہے اٹھانا تیرا  
 اپنی آنکھوں میں ابھی کو ند گئی بھلی کسی  
 ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا



تو نے مارا نہیں عاشق کو مگر یہ تو بتا  
 نام لیتا ہے مری جان زمانہ تیرا  
 اس سلیقے کی عداوت کہیں دیکھی نہ سنی  
 تو زمانے کا عدو دوست زمانہ تیرا  
 مدعی دیکھ ہمیں چشم حقارت سے نہ دیکھ  
 کل ہمارا تھا جو ہے آج زمانہ تیرا



بیج اس شوخ کی تصویرِ نحیرین کے ہاتھ  
 قبر میں مجھ کو نہ رکھ بارِ خدا یا تہن

میں اسی داؤتی پُر خاریں ہوں تیز قدم  
 رہ گیا مجھ کو جہاں چھوڑ کے سایا تنہا  
 کون بے کس کی زمانے میں خیریت ہے  
 دل نے سینے میں بہت شور مچایا تنہا  
 رازداروں کو زفیتوں کو خبر نہ کرنی تھی  
 داغ تم نے تو وہاں رنگ جمایا تنہا



بلا سے جو دشمن ہوا بے کسی کا  
 وہ کافر منہم کیسا خدا ہے کسی کا  
 ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایا  
 مقتدر بہت نارسا ہے کسی کا  
 مری بزم میں آ کے وہ پوچھتے ہیں  
 بُرا حال ہم نے سنا ہے کسی کا  
 ستم ہی کئے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر  
 ہمیں جو صد دیکھنا ہے کسی کا  
 وہ کب تک رہے گا زمانے کا دشمن  
 ہمیشہ زمانہ رہا ہے کسی کا

تجاہل تغافل سے در دیدہ نظریں  
یہ کیسا دیکھنا دیکھنا ہے کسی کا



یہ کیا وعدہ رات کا پورا  
تو نہیں اپنی بات کا پورا  
قدر ہوتی ہے دین و دنیا میں  
آدمی ہو صفات کا پورا  
میں چلا کس خوشی سے مقتل کو  
کر کے سماں رات کا پورا  
داغ تو اس شفع امت سے  
کر بھروسہ نجات کا پورا



نور سے خالی نہیں یہ خاک داں  
کوئی بے ذرہ ہے اپنی خاک کی  
ساقی و میخانہ و مے ایک ہے  
ہم نہ سمجھے پاک کیا ناپاک کی

صیقہ آقینہ عرفاں بنا  
 کون جانے ہے یہ مشیتِ خاک کیا  
 موت سے غافل نہ ہونا چاہیے  
 دیکھو اس صیاد کی ہے تاک کیا  
 شوق ہو تو منزل مقصود پر  
 دونوں پہنچیں سست کیا چالاک کیا  
 پائے استقلال ثابت چاہیے  
 کر کے گی گردشِ افلاک کیا  
 نیک ہوں اعمال تو پھر دیکھتے  
 بندھ گئی اسلام کی پھر دھاک کیا  
 غور سے اسے داغ دیکھیں منکرین  
 ہے جناب صاحبِ لولاک کیا



اِدھر آئینہ ہے اُدھر دُل ہے  
 جس کو چاہا اٹھا کے دیکھ لیا  
 قابلِ اشیاء کوئی نہ ملا !  
 تہکا تہکا اٹھ کے دیکھ لیا

تم کو ہے وصلِ غیر سے انکار  
اور جو ہم نے آکے دیکھ لیا



اوپری دل سے پیا گریہ و زاری رکھنا  
آخری وقت ذرا شرم ہماری رکھنا  
آئیں شہم شہم کے مرے دل کو جبرِ لعلت کے سہ  
تیغ بے آب ذرا کند کٹ رہی رکھنا



اس التفات پر یہ تغافل ستم ہوا  
جتنا بڑھا تھا حوصلہ اتنا ہی کم ہوا  
دم ٹوٹا رہا شبِ وعدہ تمام رات  
کیا رشتہ حیات بھی تیری ستم ہوا  
تیری گلّی کا ایک یہ ادنیٰ نشان ہے  
پیدا اسی سے حباۃ راہِ عدم ہوا  
مسجد میں اذانِ عام تو ہے میکہ سے میں دُک  
دُنیا کا کام دین سے بڑھ کر اہم ہوا





خاک کی کیا زائغی ترے دیوانوں نے  
 دشت پر دشت بیاباں پر بیاباں اٹا  
 تو شب وعدہ نہ کراے دل مضطرب ریاد  
 پھر نہ جاتے کہیں دروازے سے جہاں اٹا  
 لے چلا بارگزمین تو عدم کو مجبور  
 اختیار اس کو ہے گر پھیر دے سماں اٹا



توبہ کے بعد بھی خالی خالی  
 کوئی ساز نہیں دیکھا جاتا  
 بار بار دیکھ لیا ہے بس کو  
 اور اکثر نہیں دیکھا جاتا  
 ہم جہاں ہیں وہیں دیکھیں گے تجھے  
 ہم سے گھر گھر نہیں دیکھا جاتا  
 او میری نمش اٹھانے والے  
 آنکھ اٹھ کر نہیں دیکھا جاتا

خط مرا چینک دیا یہ کہہ کر  
ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا



دوستِ حسن ہو کہ دوستِ زرد  
آخر آخر زوال ہو ہی گیا  
رفتہ رفتہ تہیاری چالوں سے  
دل مرا پاتال ہو ہی گیا  
لے کے دل یہ کبھی لیتے تھے  
اب ہارایہ مال ہو ہی گیا  
گوہرائی سے ہو مگر آخر  
ان کو میسر خیال ہو ہی گیا  
نہ بھی جان ان اوّل سے  
وصل میں بھی وصال ہو ہی گیا  
گمراہ کے مضامین سے  
واعِ نازک خیال ہو ہی گیا



اب دل ہے مقام بے کسی کا  
 یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا  
 کس کس کو مزہ ہے عاشقی کا  
 تم نام تو لو، بھلا کسی کا  
 اتنی ہی تو بس کسر ہے تم میں  
 کہتے نہیں مانتے کسی کا  
 آغاز کو کون پوچھتا ہے  
 انجام اچھا ہو آدمی کا  
 کہتے ہیں اسے زبانِ اُردو !  
 جس میں نہ ہو رنگِ فارسی کا  
 جو دم ہے وہ ہے باغینت  
 سارا سودا ہے بیٹے راجی کا



شہم عزت کو آپ کی بنائیں  
 کوکس دو کوکس بھی سفر نہ کیے  
 مرچلے ہم تو جسم کرنے لگے  
 اب جو کرتے ہو پیشتر نہ کیے

کوئی دن اور صبر کرنا تھا  
دل بے تاب نے مگر نہ کیا



جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا  
پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا  
کہاں رہ کے تو بہنبا ہوں اپنی  
کہ جنت میں بھی عیسٰی حور نکلا



زمین سے قدم فرش پرے گیا  
فرشتوں سے بازی بھرے گیا  
وہاں تک جو پہنچا شبِ غم کا حال  
کوئی راہ چلا خبر لے گیا



وعدہ کرنے میں تو ہر بار گزارے برسوں  
قتل کرنے میں کبھی تم کو تامل نہ ہوا

اہل منہ ریاد سے ہے دُحوم تری محفل کی  
 انجمن شہرِ خوشاں ہے اگر غلّ نہ ہوا  
 باز آیا نہ ستم گر ستم پیہم سے  
 ختم یہ سلسلہ دورِ تسلسل نہ ہوا  
 یہ کہا تھا کہ نہ کرنا کبھی اُن سے شکوہ  
 تجھ سے اسے دل نہ ہوا صبر و تحمل نہ ہوا



دُمائیں قیامت کی ہم کیوں نہ مانگیں  
 نہ یہ ظلم ہو گا ۔ نہ یہ جور ہو گا  
 خُدا جب نے کس دِلن وہ دیکھیں گے اگر  
 مرا حال کب تابلِ غور ہو گا  
 کسی کا نہ ہو گا قیامت میں کوئی  
 زمیں اور ہوگی فلک اور ہو گا  
 عبرت منکر دنیا، عبرت منکر عقبی  
 کہ قسمت کا ہونا بہر طور ہو گا



عرش و کرسی پہ کیا خدا اِملت  
 آگے بڑھتے تو کچھ پَت اِملت  
 اس جفا کا جہی مزا اِملت  
 کوئی تجھ کو اگر بُرا اِملت  
 غیر سے مل کے کیا یہ تم نے  
 ہم سے ملتے تو کچھ مزا اِملت  
 عاشقی سے ملے گا اسے زاہد  
 بندگی سے نہیں خدا اِملت  
 اک نہ اک ہم لگاتے رکھتے ہیں  
 تم نہ ملتے تو دوسرا اِملت  
 دوستوں سے تو کچھ نہ نکلا کام  
 کوئی دشمن ہی کام کا اِملت



وعدے پہ انتظار کیا، ہم نے کیا کیا  
 جھوٹے کا اعتبار کیا، ہم نے کیا کیا  
 ہاں ہاں ترپ ترپ کے گزاری تھیں نے رات  
 تم نے ہی انتظار کیا، ہم نے کیا کیا

ناصح بھی ہے رقیب یہ معلوم ہی نہ تھا  
 محسّس کو صلاح کار کیا، ہم نے کیا کیا  
 کہہ دیں گے ہم تو داؤدِ محشر سے صاف صاف  
 اچھوں کو دل نے پیار کیا، ہم نے کیا کیا



یہ مجھ سے کہنے کو ظالم سہر مزار آیا  
 مرے بغیر تجھے کس طرح متُرا د آیا  
 یہ حال تھا شبِ وعدہ کہ تباہِ راہ گزر  
 ہزار بار گیا میں ، ہزار بار آیا  
 ہوا ملال جب اُن سے تو چھا گیا اندھیر  
 کہ دل میں آتے ہی آنکھوں میں بھی غبار آیا  
 گزر گئے اسی گردش میں اپنے سِلِ بہار  
 شبِ فراق گئی روزِ انتظار آیا  
 اڑائے ہیں ملک الموت نے بھی تیرے ڈنگ  
 ہزار بار بلایا تو ایک بار آیا  
 خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھائیے متیں  
 مجھے لیتین ہوا، مجھ کو استِ بار آیا

شکستہ دل ہوئی کس کس طرح مری تو بہ  
پے ہوئے جو کوئی رنہ زیادہ خوار آیا



بلند! مجھ سے آنکھ چُپرایا نہ کیجئے  
مٹی نہیں ہے دل کی طرح نظر بھی کیا  
مٹے نہیں وہاں تو یہاں ٹھونڈ لیں گے ہم  
وہ چھوڑ دیں گے گھر کی طرح رگڑ رہی کیا  
فساد جوئے شیر سے مشہور ہو گیا  
آتا ہے کام وقت پر ادنیٰ ہنر بھی کیا  
مٹتے ہیں میری لکاش پر کافور کیوں عزیز  
مٹ جائے گی یہ سوزشِ داغ جگر بھی کیا



مہربانے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا  
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا  
وفا کریں گے، نباہیں گے بات مانیں گے  
مہتیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا



تمام بزم جیسے شُن کے رہ گئی مشتاق  
 کہو وہ تذکرہ ناتمام کس کا تھا  
 ہمارے خط کے تو پُر زے کئے پڑھا بھی نہیں  
 سنا جو تو نے بدل وہ پیام کس کا تھا  
 انہیں صفات سے ہوتا ہے آدمی مشہور  
 جو لطف عام وہ کہتے یہ نام کس کا تھا



جواب خط کا میں شاکی نہیں یہ تو بتا قاصد  
 اُسے کس حال میں چھوڑا اُسے کس حال میں دیکھا  
 ہوئے ہیں داغ کے مذہب گیراں کافروں میں  
 کبھی اِس حال میں دیکھا کبھی اُس حال میں دیکھا



تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا  
 اِنساں نہ ملک بنا، بندہ نہ خد ہوتا  
 تو یہ جسے سینوں کو گر پاس ہوتا  
 کیا جانئے کیا کرتے کیا جانئے کیا ہوتا

ساقی تری محفل میں چپ چاپ ہی نہیں مے کا  
 اس سے تو یہ بہتر تھا کچھ ذکرِ خُدا ہوتا  
 اچھا ہے نہیں آئے وہ دُحوپ کی گرمی میں  
 قامت تو قیامت تھا سایہ بھی بکلا ہوتا  
 محفل میں سُنا یا تھا انسانِ غم میں نے  
 الزام یہ رکھا ہے خلوت میں کہا ہوتا



عاشقی سخت تر مصیبت ہے  
 ہم کو یہ کام عسر بھر میں پڑا  
 نامہ بُر کا تو کچھ پست نہ ملا  
 نامہ پایا ہے رہ گزر میں پڑا  
 جب چلا داغ کوئے قاتل کو  
 ایک کہرام اس کے گھر میں پڑا



دشنام یا دُعائیں شکایت کد شکر تھا  
 وہ منہ ہی منہ میں چلتے ہوئے کچھ تو کہہ گیا

یہ تیرہ خاکِ دال بھی ہے کاجل کی کوٹھڑی  
آیا جو رو سپید یہاں رو سیا گیا



اب ترے کوچے کی بستی کو نظر لگتی ہے  
شہر اس طرح کا آباد نہ دیکھا نہ سنا  
ہوئے آئے ہیں سلف سے یونہی عاشقِ ناکام  
اثرِ نالہ و فخرِ یاد نہ دیکھا نہ سنا  
پوچھتا ہے جو کوئی خط کا ہمارے مضمون  
تو وہ کہتے ہیں کہسے یاد نہ دیکھا نہ سنا  
دیکھیں یوسف بھی جو حضرت کو کہیں صلّ علیٰ  
آپ کا حسنِ خدا داؤ نہ دیکھا نہ سنا



— قابلِ دید تھیں اس وقت ادائیں اُن کی  
آئینہ دیکھو کہ جب مدِّ مقابل دیکھ  
بزمِ عنیا میں تعریفِ مری ہوتی ہے  
آج یہ طوفِ مآشا سہِ مغل دیکھ

کیا سمجھتے نہیں ظاہر کی طاقت کو ہم  
 دل تہہ دار نہ ملا ہم نے گلے مل دیکھا  
 بزمِ اغیار کا چال بتا اسے قاصد  
 تو نے کس کی طرف اُس شوخ کو مائل دیکھا



ادھر کی سدھ بھی ذرا اسے پیام بر لینا  
 خدا کے واسطے جلدی مری خبر لین  
 کبھی کبھی نکل آتی ہے جس دل بھی خراب  
 بُری نہ نکلے یہ پتی ضرور کر لین  
 ہمیں تو شوق ہے بے پردہ تم کو دکھیں گے  
 تمہیں ہے شرم تو آنکھوں پہ ہاتھ دھر لین



نہ بدلے آدمی جنت سے بھی بیت الحزن اپنا  
 کہ اپنا گھر ہے اپنا اور ہے اپنا وطن اپنا  
 جو یوں ہو وصل تو مٹ جائے سبِ منج و منج اپنا  
 زباں اپنی دہن ان کا زباں ان کی دہن اپنا

قتل جہاں اس کے لئے کہیں تھا  
 کون کہے آپ نے یہ کیا کیا  
 کس سے کہیں عمرِ گزشتہ کا حال  
 کیا نہ کیا ہم نے یہاں کیا کیا  
 داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسین  
 آپ نے کس شخص سے دعو کیا



امیدوار ہوں کرم بے حساب کا  
 پیٹا ہوں ڈگدگاکے پیالہ شرب کا  
 ساتی تو مجھ کو چاٹ لگا کر انگ ہوا  
 دھو دھو کے پی رہا ہوں پیالہ شرب کا  
 میں ایک سوال کر کے پشیمان ہو گیا  
 نبھا بسندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا  
 اے داغ بختو! میں گے اُمت کے وہ گناہ  
 ہے اسرارِ جناب رسالت مآب کا



شباب آتے ہی اے کاش موت بھی آتی  
 ابھارتا ہے اسی بن میں دلولہ دل کا  
 نہ آئیں خضر کبھی آپ بھول کر بھی ادھر  
 جنابِ من انہیں آسان مرحلہ دل کا  
 کچھ اور بھی تجھے اے غنایات آتی ہے  
 وہی بتوں کی شکایت، وہی گلہ دل کا



عشق میں دل نے بہت کام نکالا اپنا  
 پسح ہے ملتا ہے کہاں چاہنے والا اپنا  
 خاک کس کس کی خدا جانے ہوئی دامن گیر  
 تم نے چلتے ہوئے دامن زمینچالا اپنا  
 دل شکن اس نے تو دو حرف ہی لکھے تھے ہیں  
 دفتر شوق ہو اسب تہہ و بالا اپنا  
 انتظارِ مے و ساغر ہو کہاں تک ساقی  
 کہیں لبریز نہ ہو جلائے پیالا اپنا  
 ہیں بُرے حال کے سب دیکھنے والے اے آغ  
 کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا



تم گلے جب نہ ملو لطفِ ملاقات ہی کیا  
 مان بھی جاؤ مری بات یہ ہے بات ہی کیا -  
 ہمت اسے دیدہ تر! قطرہ نشانی کب تک  
 موسلا دھار نہ برسے تو وہ برسات ہی کیا  
 جا کے پی آئے وہاں آتے ہی تُو بہ کر لی  
 اِس قدر دُور ہے مسجد سے خرابات ہی کیا



نامہ چرب زبانی تو بیت کرتا ہے  
 دل گواہی نہیں دیتا کہ اُدھر جائے گا  
 ۰ غیر کا قصہ شبِ وصل میں کیوں لے بیٹھے  
 باتوں باتوں میں یوں ہی وقت گزر جائے گا  
 کیوں نہ ہم روئیں مقتدر کی پریشانی کو  
 کیا یہ گیسو ہے تمہارا کہ سنور جائے گا



میں ہر طرح سے مورد الزام ہو گیا  
 تقصیر کی کسی نے مرا نام ہو گیا  
 رہتا نہیں ہے اپنا مقدر بھی اپنے ساتھ  
 وہ بھی شریکِ گردشِ ایام ہو گیا  
 قاصد کے ہاتھ چوم لئے میں نے بے کے خط  
 یہ ایک طرح کا بوسہ یہ پیغام ہو گیا ۔



اس کے دُور پر جب لاکھوں ہونے  
 پھر بھی سنگِ آستانِ باقی رہا  
 شب کو تیری جستوں میں کوہِ کوہِ  
 کون سا مجھ سے مکاں باقی رہا



بادِ صبا نے بھی نہ کیا اس کو بے حجاب  
 بیٹنے پہ ہاتھ آگئے جب شاہِ کھل گیا  
 ہم سے تغافل اور ہے عزیزوں سے تاکِ جھانک  
 تیرا قریب زگرس مستانِ کھل گیا



رکنا تھا ہم نے پردہ کہ اس پر کھلے نہ جان  
 سب را ز دل سناتے ہی افسانہ کھل گیا  
 اس میکے سے ہم تو چلے تشنہ کام ہی  
 بس ہم نے طرف باقی و پیمانی کھل گیا  
 اے داغِ وقتِ مرگ ہوا امتحانِ ہمیں  
 اس وقت میں یگانہ و بیگانہ کھل گیا



ادھر دیکھ لیں، ادھر دیکھ لیں  
 رکنِ آنکھوں سے اس کو مگر دیکھ لیں  
 فقط نبض سے حالِ ظاہر نہ ہو گا  
 مرادِ بھی اے چارہ گر دیکھ لیں  
 نہ دینا خطِ شوق گھبرا کے پہلے  
 محلِ موقع، اے نامر بردیکھ لیں  
 تنہا میں شوخیِ نرالی ادا تھی  
 غضب تھا وہ منہ پھیر کر دیکھ لیں  
 دیتے جاتے ہیں آج کچھ لکھ کے تم کو  
 اے وقتِ فرصت مگر دیکھ لیں

ہمیں جان دیں گے ہمیں مر نہیں گے  
ہمیں تم کسی وقت پر دیکھ لیں -



تجھے نامہ پر قسم ہے وہیں دن سے رات کرنا  
کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا  
ابھی بن ہی کیا ہے آئے جو انہیں قار و تکلیں  
کبھی اجتناب کرنا، کبھی انتفات کرنا  
نکل آتیں گے وہ باہر وہیں شور سن کے اے دل  
کبھی اُن کے دُہرے جب اگر کوئی واردت کرنا  
وہ کریم کیسا نہیں ہے وہ رحیم کیسا نہیں ہے  
کبھی دُعا بھول کر بھی نہ غمِ نجات کرنا



شوق ہے اس کو خود شنائی کا  
اَب خدا حافظ اس خدائی کا  
اشک آنکھوں میں دُعا ہے دل میں  
یہ عقیب ہے آشنائی کا

بُت کہے کی جو کیر کی ہم نے  
 کا رخا نہ ہے اک خدائی کا



کیوں نہ ہو غیر کی دُعا قبول  
 وہ خُدا تے کریم ہے سب کا  
 کس کو حبانوں رقیب محفل میں  
 ایک نام اس نے رکھ دیا سب کا  
 کافرِ عشق کیوں مسداں ہو  
 سب کو ہے پاس اپنے مذہب کا  
 چاہنے والے ہوں بُرے کہ بھلے  
 ان کے دفتر میں نام ہے سب کا  
 شکر ہے و آخ کامیاب ہوا  
 حق تعالیٰ بھلا کرے سب کا



چمکے گا مِرادِ آج جگر صوّتِ خورشید  
 کیا روزِ قیامت شبِ بھراں میں نہ ہوگا

پہلاؤں گا اپنے دل ویراں سے طبیعت  
 یہ دشتِ بلا کیسے زنداں میں نہ ہوگا  
 اتنا تو ہوا دیدہ گریاں کی بدولت  
 آباد کوئی کو چپ جاناں میں نہ ہوگا  
 اپنے بھی تو بیگانے نظر آئیں گے اے داغ  
 اپنا تو کوئی حشر کے میدان میں نہ ہوگا



تم کو کیسا کسی سے ملنا تھا  
 دل ملا کر مجھی سے ملنا تھا  
 پوچھتے کیا ہو کیوں لگاتی دیر  
 اک نئے آدمی سے ملنا تھا  
 عید کو بھی خفا خفا ہی رہے  
 آج کے دن خوشی سے ملنا تھا  
 بل کے غیروں سے بزم میں یہ کہا  
 ”مجھ کو آخِر بھی سے ملنا تھا“



اسے نامہ بر اس کا ذیہ اندازہ رقم تھا  
 معلوم ہوا ہاتھ میں دشمن کے قلم تھا  
 سنا ہوں کہ ناصح کی زباں بند ہوتی ہے  
 ہر روز کی جھک جھک سے ہر انگ میں دم تھا  
 معشوقِ فلک، غیرِ شبِ غم، دلِ بیاب  
 تازیست مرے حال پہ کس کس کا کرم تھا ۔

## ردیف ب

۔ پھر کیاں جائیں گے جنت میں اگر جی نہ لگا  
 ہے طبیعت بہت آزاد ہماری یارب ۔  
 اُن کے آنے سے اُبل پشیر آتی اُسوس  
 کیا بُرے وقت ہوئی یاد ہماری یارب



۔ دلِ ناکام کے ہیں کام خراب  
 کریم عاشقی میں نام خراب ۔

زلف ہے چور چشم یار شیر  
 حسن کا ہے سب انتظام خراب  
 وہ بھی سکتی بے نہیں دیتا  
 وہ جو ٹوٹا پڑا ہے جسم خراب  
 کیا بلا ہم کو زندگی کے سوا  
 وہ بھی دشوار نامت نام خراب  
 واہ کیا منہ سے پھول بھڑکتے ہیں  
 خوب رو ہو کے یہ کلام خراب

## ردیف پ

کیا سب شاد ہے بشاش ہے جی آپ ہی آپ  
 چلی آتی ہے مجھے آج ہنسی آپ ہی آپ  
 ابھی آتی بھی نہیں کوچہ دل بر سے صبا  
 بھل گئی آج مرے دل کی کلی آپ ہی آپ  
 میں بڑے یار منہ موش جناب زاہد  
 جا کے مے خانے میں چوری سے جو پی آپ ہی آپ

- ہم نشیں بھی تو نہیں ہجر میں دل کیا پہلے  
 باتیں کر لیتے ہیں دو چہرے گھڑی آپ ہی آپ  
 سوچتے ہیں کہیں تدبیر بھی قسمت واے  
 کہ نکل جاتے ہیں ارمانِ دلی آپ ہی آپ  
 کچھ تو فرمایا ہے اس بد مزگی کا باعث  
 آپ ہی آپ ہے بخشِ خفگی آپ ہی آپ  
 کبھی کثرت سے غرض ہے کبھی وحدت منظور  
 کبھی وہ انجمن آ رہے کبھی آپ ہی آپ  
 - دل لگی آگ ہے اسے داغِ خیر لوجہ لدی  
 جو لگائے سے لگی کب وہ بھی آپ ہی آپ

## ردیف ت

بزمِ دشمن میں نہ کھلتا گلِ تر کی صورت  
 جاؤ بھلی کی طرح آؤ نظر کی صورت  
 نہ مٹانے سے مٹی فتنہ و شر کی صورت  
 نظر آتی نہیں اب کوئی گدڑ کی صورت

اس کو دیکھے کوئی نخل میں ایس کی طاقت  
 ہر بشر دیکھنے لگتا ہے بشر کی صورت  
 خوابِ راحت سے جوتھے میں وہ کھر پڑتے  
 نظر آتی ہے کسی پاک نظر کی صورت  
 آتے تھے گھر میں برے آگ بولا بن کر  
 ٹھنڈے ٹھنڈے وہ گئے یاد سحر کی صورت  
 آپ نے کی ہیں جہت شرم سے چھپا آنکھیں  
 چُجھ گئی یہ بھی ادا دل میں نظر کی صورت  
 درو دیوار کا جب سوہ نہیں دیکھا جاتا  
 ان کے آتے ہی بدل جاتی ہے گھر کی صورت



وہ عہد کے ساتھ آتے ہیں عیادت کو مری  
 اک نظر ہے سوئے دشمن اک نظر ہے سوتے دوست  
 اے جہاں تو ہی اٹھائے چل ذرا وقت خدام  
 قہر آدم سے زیادہ بڑھ گئے گیسوتے دوست  
 غیر کے نقش قدم اے داغ رہبر ہو گئے  
 مٹنے والوں نے بتایا ہے نشانِ کوئے دوست





حالِ دل سُسن کے یہ جواب ملا  
 اب نہ ہوگی بری مہربانی بات  
 حال بہرہ کر پٹ گیا قاصد  
 خوب بجزئی ہوئی سنواری بات  
 ٹوٹتی ہے داغ کے دل کو  
 تیری ہر ایک پسندی پیاری بات

## رولیف ج

میرا جہد امزاج ہے ان کا جہد امزاج  
 پھر کس طرح سے ایک ہوا چھا بُرا مزاج  
 دیکھا نہ اس قدر کسی معشوق کا حضور  
 اللہ کیا دماغ ہے، اللہ کیا امزاج  
 نا اتفاقیوں میں پیغامِ سلام تک  
 جب مل گئی نظر سے نظر، مل گیا مزاج

کل اُن کا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی  
 بدلی ہوئی نگاہ تھی ، بدلا ہوا مزاج  
 اُن کو بغیر چھٹیڑ کئے چین ہی نہیں  
 کتنی شیر طبع ہے ، کیسا چلبلا مزاج  
 پسح ہے خدا کی دین میں کیا دخل ہو سکے  
 اک دآغ کا مزاج ہے اک آپ کا مزاج



جائے آسودگی کہاں ہے آج  
 جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج  
 میں بھی باتا ہوں ساتھ غیروں کے  
 دوست دشمن کا امتحاں ہے آج  
 کل ادا دل کا حال ہو کہ نہ ہو !  
 کس لوگو یا مری زباں ہے آج  
 اس ہدف پر لگائیں گے وہ تیر  
 دل نشیں دآغ کا نشان ہے آج



## ردیف ح

ایسا ہے آدمی ہی سے تو آدمی صلاح  
 میری وہی صلاح ہے جو آپ کی صلاح  
 میں پوچھتا ہوں آپ سے الفت کے باب میں  
 دیجے خدا کے واسطے اچھی کوئی صلاح  
 دل کو صلاح کا رستہ نہ ہوئے خراب  
 دشمن وہی ہے دے جو بُری بات کی صلاح  
 وہ دوست ہے مشیر جتنا ہے جو وقت پر  
 یہ مشورہ خلاف ہے یہ ہے بُری صلاح  
 عادت میں فرق لائے جدا وضع مختلف  
 اے پسند گو ملے گی نہ میری تیری صلاح  
 مشاق تیغ ناز ہوں لوں کس سے مشورہ  
 دے گا نہ کوئی موت کی تا زندگی صلاح



صد شکر خوب حُسن پہ سیل و نہار ہیں  
 زلفِ پری ہے شام تو خُدا یار صبح  
 - گزری ہے باتوں باتوں میں آجی شبِ جمال  
 میرے حضورِ شام ہے اُن کے حضور صبح  
 میں نے شبِ فراق یہ کہہ کر گزار دی !  
 وہ آئی ہے وہ آئی دلِ ناصب و صبح

## ردیف خ

زگی چشم ہے بلا کی شوخ  
 شوخ بھی اور انتہ کی شوخ  
 ہر نگہ تیری انتہ کی شیر  
 ہر اداسی تیری انتہ کی شوخ  
 تیری تحریر انتہ کی متین  
 تیری تقریر انتہ کی شوخ  
 کیا ٹھکانا تیری طبیعت کا  
 رابستہ میں ہے انتہ کی شوخ

بیخ اُٹے مندیب اگر کُسن لے  
 گنت گویے دل رُبا کی شوخ  
 جو نہشتے سے بھی نہ باز آئے  
 ہے زباں ایسی بے حیا کی شوخ

## ردیف د

خُدا دے تو دے آرزوئے محمدؐ  
 کریں چشم و دل جستوئے محمدؐ  
 خوشی سے اُبل جائیں تسنیم و کوثر  
 جو مل جائے آبِ وضوئے محمدؐ  
 کہوں کیوں نہ ہر یادِ صلیٰ علیٰ میں  
 تصور میں پیرا ہے روئے محمدؐ  
 بنیں دستِ مژگاں مجھے پاؤںِ یارب  
 کروں طے ان آنکھوں سے کوئے محمدؐ  
 بھر میں خضر بھی سامنے جس کے پانی  
 زہے عزت و آبروئے محمدؐ

اپنی نہ ہو داغ کا بال بریکا  
رگ جہاں بنے تارِ موتے محمدؐ



نہ ہو مہرباں ہو کے نامہرباں  
عداوت بُری ہے محبت کے بعد  
لڑیں گے وہ حوروں سے فردوس میں  
یہ قفس اُٹھے گا قیامت کے بعد  
مرے حال پر حرم آہی گیہ  
وچل کر پٹ آئے نصرت کے بعد  
مجھے منف لگا کر نہ دل سے آثار  
کہ ذلت نہیں دیتے عزت کے بعد  
ترہپنا نہ دیکھا گیہ داغ کا  
ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد



اے وعدہ فراموش رہی تجھ کو جفا یاد  
یہ بھول بھی کیا بھول ہے ریا و بھی کیا یاد

تھا اور زبانِ نغمہ قیامِ شبِ فرقت  
 آتا ہے بُرے وقت میں بندے کو خدا یاد  
 جو رنجِ اُٹھائے ہیں وہ بھوئے نہیں جاتے  
 غمِ دل سے سوا یاد ہے، دل تم سے سوا یاد  
 وہ سُنتے ہیں کب دل سے مری رام کہانی  
 فرماتے ہیں کچھ اور بھی ہے اس کے سوا یاد  
 چھٹا تھا لڑکپن ہی سے کچھ بالکپن اس کا  
 ترچھی سی نگہ یاد ہے، برچھی سی ادا یاد  
 بندے سے ہے کیوں پرشِ اعمال الہی  
 انسان کو رہتی ہے کہاں اپنی خطا یاد  
 مرنے ہوں مگر خیر منسا تا نہیں اپنی  
 کرتا ہوں اُسی کے لئے جو جو ہے دُعا یاد -

## ردیف

چہرہ گر مرنے میں کیوں تدبیر پر  
 چھوڑ دیں مجھ کو مری تقدر پر

اس نگاہ امتحان کو دیکھنا  
 ہے کبھی مجھ پر کبھی شمشیر پر  
 شرم مجھ سے اور وہ بھی وصل میں  
 تم تو نادم ہو کسی تقصیر پر  
 شوخی الف ناطکچہ لائے گی رنگ  
 آنکھ پڑتی ہے مری تحریر پر  
 داغ سیح ہے جو خدا چاہے کسے  
 آدمی کا بس نہیں تقدیر پر



حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر  
 اس کو دے ڈالوں خدا کے نام پر  
 کان میں سن لو کہ رسوائی نہ ہو  
 ہم چلے آتے ہیں جس پیغام پر  
 جان کر ہوں مبتلا تو کیا علاج  
 تھی نظرِ آغاز سے انجم پر







شامت مری دل اُن کو دکھایا نکال کر  
 چلتے ہوئے وہ جیب میں چُپکے سے ڈال کر  
 اُفت کی ہم بلا میں پھنسے دیکھ بُھال کر  
 دل کو غضب میں ڈال دیا آنکھ ڈال کر  
 مجھ کو دیا ہے گرچ لبِ یار نے جواب  
 آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں دوبارہ سوال کر



اتنے سے دل میں ایک زمانہ کی خواہشیں  
 بھولا ہوا ہوں زندگی مستعار پر  
 ہوتا ہے سب کا ایک شائے میں فیصلہ  
 وہ چشمِ شوخ بند نہیں ہے ہزار پر  
 تم کو تو آرزو کی خلش بھی نہیں ہوتی  
 کیا جانو کیا گزرتی ہے اُمیدوار پر  
 اُمید اس کی ذات سے لے داغ چاہیے  
 سب منحصر ہے رحمت پروردگار پر



شمر کے روز بھی ایک ایک کی پہچان ہے  
 کچھ بنا دیجے نشان اپنے طلب نگاروں پر  
 داغ کا عشق بھی دنیا سے زلا دیکھا  
 دل جب آتا ہے تو آتا ہے دل آزاروں پر



میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر  
 بندہ پرورد منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر  
 دل لگاتا تھا زمانے کی ہوا کو دیکھ کر  
 آشنا کو دیکھا کرنا آشنا کو دیکھ کر  
 میں نے پوچھا تھا ملو گئے بن کو تم یارات کو  
 مسکراتے اپنی وہ زلف دوتا کو دیکھ کر  
 دل رہا ہے شرم بھی شوخی بھی لکس کس کوٹوں  
 اس ادا کو دیکھ کر یا اس ادا کو دیکھ کر



## ردیف ز

کیا جھوم کے مستاز چلا جانبِ مقتل  
 دیکھو تو ذرا عاشقِ جہاں باز کا انداز  
 تم باتیں کر دو گے دلِ مرہ کو زندہ  
 ہونٹوں سے پکنا ہے وہ اعجاز کا انداز  
 اسے داغِ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی  
 ہر شعر میں ہو بلبلِ شیراز کا انداز

## ردیف س

چہ رُہ زخمِ محبت کیا کروں یہ فکری ہے  
 رکھ لیا تیرا بھئی چراغ نے مرہم کے پاس  
 نقدِ دل رکھ کر گرہ میں ہو گیا ہے مالِ دار  
 اس سے پہلے کیا دھرا تھا گیوتِ پرخم کے پاس

ہاتھ میں طاقت نہیں کیا کیسے انھارے راز  
 رہ گیا آ آ کے دامن دیدہ پر نعم کے پاس



بُرسوں رہا ہوں میں کسی نازک بدن کے پاس  
 کیا جی لگے نہالِ گل و یاسمن کے پاس  
 اے بے کسی رہے گی نہ بے پردہ اپنی لاش  
 میتِ خود اڑ کے جائے گی گور و کفن کے پاس  
 ویراں پڑا ہے دل تو کلیں بے درخ دار  
 جنگل لگا ہوا ہے ہمارے چمن کے پاس  
 غربت سے ہم پھریں تو کہیں پھر ٹپٹ نہ جائیں  
 احباب کچھ نشان بنادیں وطن کے پاس  
 جتنا تھا شوق بوسے کا اتنا ہی خوف تھا  
 جا جا کے رہ گیا دہن اس کے دہن کے پاس  
 ہوتی ہے اس کے منہ کی بھی ہر بات دل شکن  
 ناصح رہا ہے کیا بت چمپاں شکن کے پاس



## ردیف ش

مجھ کو ہے اپنے نامہ بُر کی تلاش  
 نامہ بُر کو ہے اُن کے گھر کی تلاش  
 طالبِ وصل ہم وہ دُر پئے قتل  
 ہے برابر ادھر ادھر کی تلاش  
 خیرا بخراب کرتا ہے  
 نہ کہے کوئی سیم و زر کی تلاش  
 ڈھونڈتی ہے لاکھ میں یکیت  
 کوئی دیکھے ہری نظر کی تلاش

## ردیف ص

کرتے ہیں وہ ہزار بار ستم  
 اور جھوٹے سے ایک بار اخلاص

وہ چٹکتے ہیں بار بار ہمیں  
 ہم جٹاتے ہیں بار بار اخلاص  
 اُن سے بیگانہ وار رہنا تھا  
 نہ ہوا ہم کو سازگار اخلاص  
 داغ ان دلبرانِ پُرفن سے  
 نہ کرے کوئی زہن ساز اخلاص



غیر سے ملتے ہو چُپ کر یہ کُھلا ہے ہم پر  
 واہ بس دیکھ لیا ہم نے تمہارا اخلاص  
 تیسری بات وہ کیا ہے جو وہ منظور کریں  
 نہ گوارا نہیں رہنمائی نہ گوارا اخلاص  
 تم تو نادان ہو انکار کئے جاتے ہو  
 وصل سے اور بھی بڑھ جائے گا دُعا اخلاص  
 مجھ سے ملنا ہے اگر ملیے خلوصِ دل سے  
 آپ نگاہِ کاجتاتے ہیں کیسا اخلاص



## ردیف ض

کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے  
 کیوں دل جلا میں برقِ تبسم سے کیا غرض  
 معشوق سے امیدِ کرمِ داغِ خیر ہے  
 اس بندہٴ خدا کو ترحم سے کیا غرض

## ردیف ط

اشکِ غماز جو تو کیسے کیسے  
 ہے محبت میں رازداریِ شط  
 دلِ رباؤں کو ہے جہاں لازم  
 دلِ فگاروں کو ہے قراریِ شط  
 جوشِ رحمت کے واسطے زاہد  
 ہے ذرا سی گناہ گاریِ شط

## رولیف غ

دیکھ کر وہ عارضِ رنگیں ہے یوں دلِ باغِ باغ  
 جیسے ہوں نظارۂ گل سے عینِ دلِ باغِ باغ  
 کیا کہوں اسے ہم نشیں اس بزمِ رنگیں کی بہار  
 زیبِ محفلِ تماوہ گلِ رواہلِ مفضلِ باغِ باغ  
 پھر نہ پائے گی قیامت تک یہ اپنا آشیان  
 عندیہ اس طرح کیوں پھرتی ہے غافلِ باغِ باغ  
 اُس کی خوشبو جب کسی گل میں نہ پاتی اُس نے  
 پھر جنابِ دماغ کیا پھرنے سے حاصلِ باغِ باغ

## رولیف ف

کافروہ زلفِ پرشکن ایک اس طرف ایک اُس طرف  
 پھر اس پر چشمِ سحر فنِ ایک اس طرف ایک اُس طرف



ایک دن اور بھی مہمان کی خاطر کروں  
 کاش رخصت ہو مری جانِ حزیں آج سے کل  
 ہم کو ایک ایک گزرتی ہے قیامت کی گھڑی  
 اُن کے نزدیک کچھ بات نہیں آج سے کل  
 دم بدم ہم نے زمانے کا تنزل دیکھا  
 ہمیں کہتے ہیں کہ اچھے تھے ہمیں آج سے کل  
 خود نائی کے لیے وعدہ فر دیا  
 کیا بدل جائے گا وہ پردہ نشیں آج سے کل  
 خوب رویوں کو نہیں کچھ غم فدا ہے داغ  
 ہوں گے مغرور زیادہ یہ حسیں آج سے کل



مزه دے گیا ہے شبابِ اول  
 ملے خوب رُواختابِ اول  
 وہ کب لطف کرتے ہیں بے آزمائے  
 کرمِ آخرِ عتابِ اول  
 انہیں سے پھر آخر کو کھل کھلتے ہیں  
 وہ کرتے ہیں جن سے حجابِ اول

## قطعہ

وہ پیغام بُر کی مدار است ہمیں  
 وہ رسم سوال و جواب اول اول  
 وہ سیرِ حین وہ تماشا سائے دریا  
 وہ لطفِ شب ماہتاب اول اول  
 وہ گلیوں میں اتوں کو چھپ چھپ کے چلنا  
 وہ یاروں سے کچھ کچھ حجاب اول اول  
 وہ پہلے پہل دل لگانا کسی سے  
 وہ کچھ شوق کا اضطراب اول اول  
 ہوتی داغ اب ان کی تعبیر الٹی  
 نظر آئے جو ہم کو خواب اول اول



کھٹکانہ ہو تو عیش سے گزے کوئی گھسٹری  
 رہتا ہے بزمِ یار میں ہر بات کا خیال  
 ماہِ صیام بھی اسی موسم میں آگیا  
 رندوں کو اس سے بڑھ کے بہرہات کا خیال

رنجش بھی ہو تو دل کی تسلی کے واسطے  
 کرتا ہوں ان کے لطف و عنایات کا خیال  
 اے داغ جو کہا ہے اسے کر دکھائیں گے  
 انسان کیا وہ جس کو نہ ہو ہر بات کا خیال

## ردیف م

دیارِ قیوم کو تم نے پیام، نام بنام  
 مری طرف سے بھی پہنچے سلام نام بنام  
 ستم رسیدوں میں لکھے گئے ہیں روزِ ازل  
 تمہارے چاہنے والے تمام نام بنام  
 تمہاری چال کو طاؤس و کبک کیا پہنچیں  
 جدِ اجداد ہے ازلے خد نام بنام



حاصلِ اعمال ہیں خلد و مقر  
 وہ ہی پھل پاتے ہیں جو بوتے ہیں ہم

# ردیف ن

اور کیا دآغ کے اشعار اثر کرتے ہیں  
 گدگدی دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں  
 غیر کے سامنے یوں ہوتے ہیں شکوے مجھ سے  
 دیکھتے ہیں وہ ادھر بات ادھر کرتے ہیں  
 دیکھ کر دُور سے درباں نے مجھے للکارا  
 نہ کہا یہ کہ ٹھہر جاؤ خبر کرتے ہیں  
 تھک گئے نامہ اعمال کو لکھتے لکھتے  
 کیا فرشتوں کا برا حال بشر کرتے ہیں  
 ایک تو نشہ ہے اس پے نشیلی انکیں  
 ہوش اُڑتے ہیں جدھر کو وہ نظر کرتے ہیں  
 حضرت دآغ کو دلی کی ہوا خوب ملے گی  
 رات دن ہمیشہ ہے مجلسوں میں بسر کرتے ہیں



عذر آنے میں بھی ہے اور بُلّاتے بھی نہیں  
 باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں  
 منتظر ہیں دمِ رخصت کہ یہ مِر جائے تو جائیں  
 پھر یہ احسان کہ ہم چھوڑ کے چلتے بھی نہیں  
 سدا اٹھاؤ تو یہی آنکھ ملاؤ تو کسہی  
 نشے بھی نہیں نیند کے ملاتے بھی نہیں  
 کیا کہا پھر تو کہو ہم نہیں سُنتے تیری  
 نہیں سُنتے تو ہم ایسوں کو سُنتے بھی نہیں  
 خوب پردہ ہے کہ چلین سے لگے بیٹھے ہیں  
 صاف چُھپتے بھی نہیں سائے لگے بھی نہیں  
 دیکھتے ہی مجھے غفل میں یہ ارشاد ہوا  
 کون بیٹھا ہے اسے لوگ اٹھاتے بھی نہیں



کیا لے گا کوئی حسیں نہ کہیں  
 جی بہل جائے گا کہیں نہ کہیں  
 حال پہلو بچا کے لکھا ہے  
 تاڑ جائے وہ نکلت چیں نہ کہیں

یہ تو کہتے کہ رات کی باتیں  
 آپ نے غیر سے کہیں نہ کہیں  
 جن کو حوریں بیان کرتے ہیں  
 غلہ میں ہوں یہ حسیں نہ کہیں  
 آپ کی گفت گو کا کیا کہنا  
 چار باتیں بھی دل نشیں نہ کہیں  
 دم بخوش بھی یوں ترے مزے  
 نکلے پر ساختہ نہیں نہ کہیں  
 داغ پھر تاج جاناں کرتے ہیں  
 اب بگھرے اب پہننے کہیں نہ کہیں



زہر کھاتے ہیں تنگ آکر ہم  
 یہ دوا آئے دل کو اس کہیں  
 بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو  
 یہیں ہو گا وہ اس پاس کہیں



وے کے خط کون اتھف رکھے  
 اپنے قاصد کے ہم رکاب ہوں میں  
 کیوں کسی چشمِ مست کو دیکھوں  
 مفت آلودہ شراب ہوں میں



میں نے چاہا تو تھیں اس کا گنہ گار تو ہوں  
 مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں  
 یا خدایا پریشِ اعمال کا دیتا ہوں جواب  
 بات کا ہوش کسے ہے ابھی ہشیار تو ہوں  
 تابِ نظارۂ انوارِ تجلی نہ سہی  
 میری جنت ہے کہ میں طالبِ دیدار تو ہوں



یا الہی مرے درباں سے وہ پوچھے آخر  
 کون ہے کس سے ملاقات ہے کیا کرتے ہیں  
 اپنے کو پے میں نہ کیجے مری مٹی برباد  
 آپ بھی خاک اڑاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں

اب یہی ضد ہے کہ ہم قتل کریں گے تجھ کو  
 وہ تو ہر بات میں اپنا ہی کہا کرتے ہیں  
 آپ کے عشق میں جو مجھ کو نہ کرنا تھا کیسا  
 دیکھیے آپ مرے واسطے کیسا کئے ہیں  
 جاں بلب جان کے مجھ کو یہ پیام آیا ہے  
 نو مبارک ہو کہ اب عہد وفا کرتے ہیں  
 دماغ کا رشک سنا غیرے اس نے تو کہا  
 ان کی تقدیر میں جلنا ہے جلا کرتے ہیں



لب تک اُمنڈ اُمنڈ کے تو آتی ہیں حسرتیں  
 چلتی نہیں زبان ترے ڈر سے کیا کہیں  
 کوئی کرے سوال تو کچھ دیجئے جواب  
 بُت بن گئے جب آپ تو پتھر سے کیا کہیں  
 یہ ہم کو ناگوار ہے وہ اس کو ناگوار  
 دلبر سے کیا سینس دل مضطر سے کیا کہیں





مجھے دل کی ایذا سے راحت نہیں  
 پرانی مصیبت سے فرصت نہیں  
 غمِ دو جہاں بھی ہے کافی مجھے  
 مگر آدمی کو قناعت نہیں  
 یہ دل ہے، یہ حسرت، یہ ارمان ہے  
 مری جان حاضر میں تجھت نہیں  
 دیا نامہ بُرنے یہ آکر جواب  
 انہیں بات کرنے کی فرصت نہیں

### قطعہ

وہ کیوں چشمِ پرچوں کی دکھیں بہار  
 یہ رونا ہے بارانِ رحمت نہیں  
 وہ کیوں مول لیں جنسِ دل کی غرض  
 کہ اس شے کی اُن کو ضرورت نہیں  
 وہ کیوں شکوہ درجِ فرقت کُیں  
 شکایت ہے یہ کچھ حکایت نہیں  
 وہ کیوں کر نہ دیں جھڑکیاں گایاں  
 کہ عاشقِ مزاجوں کی عزت نہیں

ویدا دل نے مایوس ہو کر جواب  
نہیں داغ اب کوئی حسرت نہیں



اڑائی خاک تیر جی جستجو میں ہر کہیں برسوں  
پھری ہے آسماں بن کر مے سر پر زمیں برسوں  
کسی کو چے میں جب ہم اپنی صورت دیکھ لیتے ہیں  
لگی رہتی ہے اپنے دم قدم سے وہ زمیں برسوں  
کسی خورشید رو کے پاؤں پر رکھا تھا سر اک دن  
مثال ماہ چمکی سا تو قسمت کے جہیں برسوں  
تہہ شمشیر قاتل اس خوشی سے جان ڈی میں نے  
لب دشمن سے بھی نکلی حدائے آفسریں برسوں  
جنوں کو بھی تو بے سماں نہیں دیکھا گیا ہم سے  
رہی ہے دست و حشت میں ہماری آستیں برسوں  
کسی نازک بدن کی ایک دن خوشبو جو تنگھی تھی  
اسی حسرت میں سو نکما ہم نے عطر نازنین برسوں  
خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو  
وہی دل سوز ہے جو چکا ہے دل نشیں برسوں

تسلی مرے دل کو کیا دے رہے ہیں  
 کلیجے میں وہ چٹکیاں لے رہے ہیں  
 عجب خوبیاں خبر دیوں میں دکھیں  
 بُرائی میں بھی سب سے اچھے رہے ہیں  
 رقیبوں کی ہے چاندنی چار دن کی  
 ہمیشہ کہیں دُور دُور سے رہے ہیں  
 وہاں خاک اڑتی ہے اب دائے حسرت  
 جہاں سا اہا سال جلے رہے ہیں  
 مزہ دے گیا ہے فسانہ ہمارا  
 مہینوں وہاں اس کے چرچے رہے ہیں  
 جدھر سے وہ گزرے قیامت بپاتی  
 کہ نقشِ قدم تک تڑپتے رہے ہیں  
 یونہی روزِ محشر بھی انکار ہو گا !  
 کبھی میسری سُن کر وہ چپکے رہے ہیں  
 یہ حجتِ نئی ہے کہ اب دل کو واپس  
 نہیں لیتے ہم اور وہ دے رہے ہیں  
 جنہیں اس نے لکھا ہے حرفِ تسلی  
 وہ کم بخت برسوں تڑپتے رہے ہیں



خط میں لکھے ہوئے رنجش کے کلام آتے ہیں  
 کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں  
 تابِ نظارہ کے دیکھے جو اُن کے جلوے  
 بجلیاں کوندتی ہیں جب لبِ بام آتے ہیں  
 رہرو راہِ محبت کا حُسنِ حافظ ہے  
 اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں  
 وہ ڈرا ہوں کہ سمجھتا ہوں یہ دھوکا تو نہ ہو  
 اب وہاں سے جو محبت کے پیام آتے ہیں  
 وصل کی رات گزر جائے نہ بے لطفی میں  
 کہ مجھے غمِ دے کے جو کے ہر شام آتے ہیں  
 گر یہ ہوا ناکہ ہو، حسرت ہو کہ ارمانِ وصال  
 آنے والے تری فرقت میں مدام آتے ہیں



- کروں کیا چارِ دن کی زندگی میں  
 رہی جاتی ہے حسرت جی کی جی میں

بُتوں سے اُب معافی چاہتا ہوں  
 خُدا سے کچھ کہا تھا بے خودی میں  
 مری جانب سے اے قاصد یہ کہنا  
 تجھے میں دیکھ لیت زندگی میں  
 غضب وہ ہر اُدا پر اس کا کہنا  
 بھلا یہ بات دیکھی ہے کسی میں  
 اکیلے بیٹھ کر کیا سوچتے ہو  
 یہ تنہائی ہے داخل بے کسی میں  
 وہ لے کر کیا کریں عشاق کے دل  
 کسی میں داغ ہے کاٹنا کسی میں  
 نہ ہو راحت نصیب اہل زمیں کو  
 ہمیشہ ہے فلک اس پر دوی میں  
 تجھی پر جان دیتا کیوں زمانہ  
 اگر یہ بات ہوتی ہر کسی میں  
 نہ دیکھ سائیہ دیوار تک بھی  
 بہت چکر لگائے اُس گل میں  
 دل دیراں کے ظہر پر نہ جاؤ  
 نہ ہونے پر بھی سب کچھ ہے اسی میں



اثر ہے غارِ حسرت کے بیاں میں  
 کہ اس کے حرف چبھتے ہیں زباں میں  
 ہوئی جاتی ہے عالم کی صفائی  
 رہو تم امتحاں ہی امتحاں میں  
 نہیں مرنے کا اپنے غم یہ غم ہے  
 کہ پھر آنا نہ ہو گا اس جہاں میں  
 ادھر وحشت ادھر ہے خوفِ رہزن  
 کبھی تہن کبھی میں کارواں میں  
 یہ کہہ کر وہ مرے دل میں نہ ٹھہرے  
 ہمیں ہوتی ہے وحشت اس مکاں میں  
 ہوا بگڑھی ہوتی ہے کچھ حسن کی  
 چلو اے ہم صغیر و اشیاں میں  
 نمودِ حسن کو ہے عشقِ درکار  
 بہت ہوتے ہیں یوسف کارواں میں



گر قناعت نہیں ہے نساں کو  
 کبھی حاصل اسے فزاع نہیں  
 تھی زمانے میں روشنی جس کی  
 ہوتے اس گھر میں اب چراغ نہیں  
 ست کرے نگاہ سے ساقی  
 حاجت سے اغوا یا غ نہیں  
 کسوج ملتا ہے ہر ماسر کا  
 عمر رفتہ کا کچھ سراغ نہیں  
 دآغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو  
 دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں



قابلِ دید ہے بے تابِ دل کا مضمون  
 حرف کوئی مرے مکتوب میں ساکن ہی نہیں  
 ہے لڑکپن کا زمانہ وہ ادا کیا جانیں  
 ابھی موسم ہی نہیں، دن ہی نہیں، من ہی نہیں  
 مانگتا ہوں جو دُعا اصل کی ان کے آگے  
 چھپکے چھپکے وہ کہے جاتے ہیں، ممکن ہی نہیں



ادھر محفل میں ہیں پرواز و شمع  
 ادھر وہ شمع رو ہے اور میں ہوں  
 نکالوں چھان کر ساری خدائی  
 اب اُس کی جُستو ہے اور میں ہوں  
 مے و ساغر کہاں روزِ جدائی  
 مرے دل کا لہو ہے اور میں ہوں  
 کہیں جہتی نہیں اپنی طبیعت  
 خیال چار سو ہے اور میں ہوں



صبح تک دل کو دلا سے شبِ غم دیتے ہیں  
 جس کو تم دے نہیں سکتے اُسے ہم دیتے ہیں  
 حسبِ خواہش وہ کہاں رنج و الم دیتے ہیں  
 مانگنے والے کو آزار بھی کم دیتے ہیں





یہ نرالا ہے شرم کا انداز  
 بات کرتے ہو ڈھانک کر آنکھیں  
 داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ  
 ان کو دے دو نکال کر آنکھیں



سب لوگ جدھر وہ ہیں اُدھر دیکھ رہے ہیں  
 ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں  
 میرا دل گم شدہ جو ڈھونڈا نہیں ملتا  
 وہ اپنا دہن اپنی کمر دیکھ رہے ہیں  
 اب اے نگہ شوق نہ رہ جائے تمنا  
 اس وقت ادھر سے وہ اُدھر دیکھ رہے ہیں  
 کچھ دیکھ رہے ہیں دلِ بسمل کا تراپنا  
 کچھ غور سے قاتل کا ہنر دیکھ رہے ہیں -  
 کیوں کفر ہے دیدارِ منہم حضرت واعظ  
 اللہ دکھاتا ہے بشر دیکھ رہے ہیں



کھینچ لائے گا جذبِ دل اُن کو  
 ہر تن منتظرِ ہم بھی ہیں  
 بزمِ دشمن میں لے چلا ہے دل  
 کیسے بے اختیارِ ہم بھی ہیں  
 شرم سمجھے ترے تقاضا کو  
 واہ کیا ہوشیارِ ہم بھی ہیں  
 جس نے چاہا پھنسا یا ہم کو  
 دلبروں کے شکارِ ہم بھی ہیں  
 بوھڑا کو بھی فدا تھ پڑھ لو  
 آج زیرِ مزارِ ہم بھی ہیں



یہ تو نہیں کہ تم سب جہاں میں حسین نہیں  
 اس دل کو کیا کروں یہ پہلتا کہیں نہیں  
 ہاں ہاں کہو زبان سے یا تم نہیں نہیں  
 ہم کو تمہاری بات کا مطلق یقین نہیں  
 دل کے سوانہ کبھی میں ہے وہ نہ دیر میں  
 گریبے تو بس یہ ہیں ہے نہیں تو کہیں نہیں

کیوں، ذکرِ بے وفائی دشمن پہ یاد ہے  
گردن ہلا ہلا کے وہ کہتے "نہیں نہیں"



وہ نہایت ہمیں مغرور نظر آتے ہیں  
پاس بیٹھے ہیں مگر دُور نظر آتے ہیں  
چاند سورج کو فلک اپنے لئے رہنے دے  
ہم کو کیا کیا رنج پُر نور نظر آتے ہیں  
وصفِ خوبانِ جہاں پر کیا اُس بُت نے  
آپ کی آنکھ میں سب جُور نظر آتے ہیں



اِس "نہیں" کا کوئی علاج نہیں  
روز کہتے ہیں آپ آج نہیں  
مے کے دل رکھ لو کام آئے گا  
گو ابھی تم کو احتیاج نہیں  
ہم تو سیرتِ پسند عاشق ہیں  
خوب رو کیو جو خوش مزاج نہیں

## روایت و

ہے تاک میں دزدیدہ نظر دیکھے کیا ہو  
پھر دیکھو یہ اس نے ادھر دیکھے کیا ہو  
رٹنے تو لگیں اس کی نگاہوں سے نگاہیں  
اس جنگ کا انجام مگر دیکھے کیا ہو  
دل جب سے لگایا ہے کہیں جی نہیں لگتا  
کس طرح سے ہوتی ہے بسر دیکھے کیا ہو  
اب کے تو یہ مشکل دل مضطر کو سنبھالا  
اندیش ہے یہ بار دگر دیکھے کیا ہو  
وہ بیٹے بٹھلے تو اٹھاتے ہیں قیامت  
جائیں جو سہ راہ گزر دیکھے کیا ہو  
جو کہنے کی باتیں ہیں وہ سب میں نے کہی ہیں  
اُن کو مرے کہنے کا اثر دیکھے کیا ہو  
پھر یاس مٹاتی ہے مرے دل کی تنہا  
بہن بھئی کے بگڑاتا ہے یہ گھر دیکھے کیا ہو



کیوں وعدہ وصال سے دل بدگماں نہ ہو  
 یہ شرط ہے نئی کہ خُدا درمیاں نہ ہو  
 پوچھیں وہ جب خوشی سے قیامت کی بات ہے  
 میسر ہی حال اور مجھ سے بیاں نہ ہو  
 خُوروں کے ہاتھ پڑ گئے جنت میں ہم خریب  
 کیا آدمی کا بس ہے جو اپنا مکاں نہ ہو  
 آفت کی تاک جھانک قیامت کی شوخیاں  
 پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہ ہو  
 کیا کر سکے وہ غیر کی تجھ سے شکایتیں  
 جس ناتواں سے اپنی حقیقت بیاں نہ ہو



ہمارے دل میں بے کھلے محبت اپنی رہنے دو  
 امانت دار کا گھر ہے امانت اپنی رہنے دو  
 غضب کی بات ہے یہ مشورہ دیتے ہیں وہ مجھ کو  
 رقیبوں سے بھی تم صاحب سلامت اپنی رہنے دو  
 ڈرایا ہے منایا ہے یہ کہہ کر وہ صل میں کس نے  
 بگڑ جائیں گے ہم بس بس شکایت اپنی رہنے دو

رہیں گے فتنہ عشر سے یہ فتنے نگاہوں کے  
ابھی تم اپنے قبضے میں قیامت اپنی رہنے دو



کیسے سے رنگایتا ہوں برگِ لالہ دگل کو  
عجب کیا ہے اگر یہ بھی کسی کے دل کا ٹکڑا ہو  
تری زلفیں بھی ہیں صیادِ آنکھیں بھی شکاری ہیں  
تماشا دیکھنے کا ہے جو میرے دل پہ جھگڑا ہو  
ہوتی یہ انتظارِ یار میں ہر اشک کی صورت  
جو تھم جاتے تو پتھر ہو جو بہ جاتے تو دریا ہو  
ٹریں گے آپ حوروں سے میں گے آپ غیروں سے  
مجھے ڈر ہے کہ جنت میں کوئی فتنہ نہ برپا ہو



کاش تجھ سے ہی مقابل تری تصویر بھی ہو  
دعویٰ ناز بھی ہو شوخیِ تفتیر بھی ہو  
پہلے یہ شرطِ مصوّر سے وہ کر لیتے ہیں  
باتی صورت بھی کھینے ہاتھ میں شمشیر بھی ہو

لڑ پڑے غیرے کیا خیر ہے کیا ہے مزاج  
تم جو چُپ چُپ بھی ہو مضطر بھی ہو دل گیر بھی ہو



تم آئسہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ  
مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ  
اٹھاؤ آنکھ نہ شرماؤ یہ تو مغل ہے  
غضب سے جانبِ اغیار دیکھتے جاؤ  
قسم بھی کھاتی تھی قرآن بھی اٹھایا تھا  
پھر آج ہے وہی انکار دیکھتے جاؤ -  
یہ شامت آئی کہ اُس کی گلی میں دل نے کہا  
کھلا ہے روزِ دیوار دیکھتے جاؤ  
شبِ وصالِ عدو کی یہی نشانی ہے  
نشانِ ہوسِ رخسار دیکھتے جاؤ  
نہیں ہیں بجرمِ محبت میں سب کے سب مُرم  
خطا معاف خطا وار دیکھتے جاؤ  
دکھار ہی ہے تماشا فلک کی نیرنگی  
نیا ہے شعبہ ہر بار دیکھتے جاؤ

بنادیا مری چاہت نے غیرتِ یوسف  
 تم اپنی گرمی بازار دیکھے تجاؤ  
 نہ جاؤ بند کے آنکھ رہ رواں عدم  
 ادھر ادھر بھی خبردار دیکھے تجاؤ

## رولیف ۵

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ  
 منظور تو ہے میری ملاقات سے توبہ  
 زاہد نے چھپایا ہے اسے گوشتِ دل میں  
 بھاگی تھی کسی رنڈِ خدایات سے توبہ  
 یہ فصل اگر ہوگی تو ہر روز پستیں گے  
 جمے سے کریں توبہ کو برسات سے توبہ  
 وہ آتی گٹھا جھوم کے پھانے لگا دل !  
 واعظ کو بلاؤ کہ چسلی بات سے توبہ  
 دنیا میں کوئی بات ہی اچھی نہیں زاہد  
 اس بات سے توبہ کہی اُس بات سے توبہ



## ردیف ی

نفرت ہے حرفِ وصل سے اچھا یوں نہیں ہے  
 نو آواز اور بات سنو وہ نہیں ہے  
 - چھوڑوں گا میں نہ ہاتھ چلے آؤ ساتھ ساتھ  
 نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں بھی  
 ظاہر تو اختلاط کی باتیں ہو کریں  
 دل میں اگر نہیں ہے محبت نہیں ہے  
 مشقِ جفا کے واسطے کس کی تلاش ہے  
 کوئی اگر نہیں ہے تو یہ گمستریں بھی  
 آرام کچھ کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گا  
 زیرِ فلک نہیں ہے تو زیرِ زمین بھی  
 سجدے ہی کرتے جاتیں گے ہم تیری راہ میں  
 ہے نقشِ پا سے عار تو نقشِ جبیں بھی



ایک طوفاں ہے غمِ عشق میں رونا کیا ہے  
 نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے  
 دیکھ کر سونلی صورت تری یوسف بھی کہے  
 چٹ پٹا حسنِ نمک دار سونا کیا ہے  
 چار باتیں بھی کہی آپ نے گُلِ بل کے مذکیں  
 انہیں باتوں کا ہے رونا مجھے رونا کیا ہے  
 کاش بل جائے ترا سایہ دیوار میں  
 اوڑھنا کیا ہے فقیروں کا پھوننا کیا ہے  
 ابرِ رحمت ہے اُدھر دیدۂ پرغم ہے ادھر  
 مشکل اس نامرُاحی کا دھونا کیا ہے  
 چمپتی رنگِ پیر اس رنگ میں بجلی کی چمک  
 ماتِ کندن ہے ترے رنگ سے سونا کیا ہے



آرزو ہے دُعا کرے کوئی  
 جی نہ چاہے تو کیا کرے کوئی  
 گر مرض ہو روا کرے کوئی  
 مرنے والے کا کیا کرے کوئی

کوستے ہیں جلے ہوئے کیا کیا  
 اپنے حق میں دُعا کرے کوئی  
 اُن سے سب اپنی اپنی کہتے ہیں  
 میرا مطلب ادا کرے کوئی  
 تم سراپا ہو صورتِ تصویر  
 تم سے پھر بات کیا کرے کوئی  
 جس میں لاکھوں برس کی حویں  
 ایسی جنت کو کیسے کرے کوئی



خوب ہی چلتی ہوئی وہ نرگسِ ستارہ ہے  
 آشنائے آشنا بیگانے سے بیگانہ ہے  
 درد سے بھرتے ہیں آنسو ضبط سے پیتے ہیں ہم  
 آنکھ کی ہے آنکھ یہ پیانے کا پیانا ہے  
 کوہِ کن کا تھا یہی پیشہ جو کاٹا تھا پہاڑ  
 کامِ مشکل جاں کنی اسے ہمتِ مردانہ ہے  
 مجھ کو لے جا کر کہا ناصح نے اُنکے رُوبرو  
 آپ کے سر کی قسم یہ آپ کا دیوانہ ہے

- دُعا یہ ہے کوئے قاتلِ مانِ ناداں خند نہ کر  
اُٹھے یہاں سے آدھر گھڑیٹے کچھ دیوانہ ہے



جو بے آگ بُل جاتے وہ دل یہی ہے  
جو بے زخم ترپے وہ بس دل یہی ہے  
بُرائی نہ چاہے بُروں سے پیاس ہے  
اگر بے تو دنیا میں مشکل یہی ہے  
نہ ٹھہرا وہ نادک تو دل یوں پُکارا  
ٹھہراے مسافر کہ منزل یہی ہے  
چھپاتے ہو مٹسی میں کیوں دیکھ پایا  
یہی ہے یہی ہے مرا دل یہی ہے  
کسے مجھ سے ہر چند بھولی باتیں  
مگر پھر کہوں گا کہ قاتل یہی ہے  
وہ عشق میں راہزن کیسا نہ ہو گا  
مجھے خوفِ منزل بہ منزل یہی ہے  
نہ آئے گا کوئی نہ بیٹھے گا کوئی  
اگر آپ کا رنگِ مفسل یہی ہے

ترا جیلوہ ٹھہرا ہے مقصودِ عالم  
 کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے  
 بھری بزم میں تجھ کو آتا ہے کیسا  
 یہ پہچان جب انا کہ ماتل یہی ہے



غیر ہونا شاد کیوں کیسی کہی  
 چاہتا ہوں شاد کیوں کیسی کہی  
 پہلے گالی دی سوالِ وصل پر  
 پھر ہوا ارشاد کیوں کیسی کہی  
 تم نے دل کی بات کیوں کیسی سُنی  
 ہم نے یہ رُوداد کیوں کیسی کہی  
 عاشقوں کے قتل پر اتنی خوشی  
 آپ ہیں جہاد کیوں کیسی کہی  
 اے چلیں گے آج تجھ کو ان کے پاس  
 اے دلِ نہاد کیوں کیسی کہی  
 تو بھی اے ناصح کسی پر جان دے  
 ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی

دآخ تجھ کو باغِ جنت ہونصیب  
خسائماں برباد کیوں کیسی کہی



کہا تھا ہم نے جو کچھ رازِ دہاں سے  
سُنا وہ آج دشمن کی زباں سے  
بلا تھا یا نہیں اسلِ ستاں سے  
ترا آتا ہوا تصد کہاں سے  
ذکا لو دآخ کو اپنے مکاں سے  
چلا سزا یہ دیوانہ کہاں سے  
ہدفِ دل کو کرے گا اک نراکِ دن  
یہ تیرا کمیڈنا تیرا کہاں سے  
اب نہیں غصہ ہمیں ہے شوقِ قتلہ  
چلیں گے وہ وہاں سے ہم یہاں سے  
مری آہیں رقیبوں کی دُعا میں  
یہ فوجیں لڑ رہی ہیں آسماں سے  
کہاں اے دآخ اب اپنا ٹھکانا  
اُٹھا بیٹھے ہیں دلِ دونوں جہاں سے



تاثیرِ محبت نے کیوں دیر لگائی ہے  
 یا رب مری قمت نے کیوں دیر لگائی ہے  
 مظلوم جہاں آخر کب داد کو پہنچیں گے  
 کیا جانے قیامت نے کیوں دیر لگائی ہے  
 مے خانے پہ آجاتے گنگھور گنا گھس کر  
 اللہ کی رحمت نے کیوں دیر لگائی ہے  
 وہ سنگ دل آتا ہے کب میرے جانے پر  
 لے جانے میں خلقت نے کیوں دیر لگائی ہے  
 لڑتی نہیں آنکھ اُن کی گوسا منے بیٹھے ہیں  
 شوخی نے شرارت نے کیوں دیر لگائی ہے  
 کم ظرف نہیں مے کش ہے ان کو حیا مانع  
 ساقی تری ہمت نے کیوں دیر لگائی ہے  
 دشوار نہیں میرے لکھے کا بدل دینا  
 پھر کاتبِ قدرت نے کیوں دیر لگائی ہے



کس طرح کہوں قیس ترے دل کو لگی ہے  
 نالوں سے کہی آگ محبت کو لگی ہے  
 اسے راہ نماراہے تو اور طرف کی  
 کچھ اور ہوا رہو منزل کو لگی ہے  
 مٹتی ہے کوئی داغ محبت کی نشانی  
 یہ چوٹ غضب کی مہر کامل کو لگی ہے  
 جامِ مے کوثر سے مشتاق ہیں حوریں  
 کیوں دیر الہی مے فاق کو لگی ہے  
 تعریف سنی حضرت یوسف کی جو مجھ سے  
 اک چوٹ مے حور شام کو لگی ہے  
 انصاف سے دشمن نے کہی حق میں ہمارے  
 اچھی بھی کہی ہے تو بُری دل کو لگی ہے  
 میں تیرے ہوا اور نہ اللہ سے مانگوں  
 مدت سے یہی دھن ترے سائل کو لگی ہے  
 مجبور ہوا شکرجا سے بھی تو کم بخت  
 کیا موت کی چمکی ترے بسمل کو لگی ہے  
 جب سے یسنا داغ نے کی مشق سے توبہ  
 گھبراتے ہوئے پھرتے ہیں کیا دل کو لگی ہے





وقت انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے  
 روبرو داؤد و مشر کے اشلے ہوتے  
 شبِ فرقت میں دھواں محار گٹھا چھانی ہے  
 کاش گئے جو نمودار ستارے ہوتے  
 قیس و فریاد بھلے کو نہ ہوتے آج کے دن  
 وہ بھی سو جان سے قربان ہمارے ہوتے  
 نامہ بردہ کے دہاں تجھ کو خبر لانی تھی !  
 چار دن اور مصیبت کے گزارے ہوتے  
 کیوں مرے پاس ترپنے کو ہے پہلو میں  
 آپ بھی حضرتِ دل ساتھ مدعا ہے ہوتے  
 زلفیں بکھری ہوتی تم نے جو سنواریں تو کیا  
 کام گرٹے ہوتے عاشق کے سنوارے ہوتے  
 بے نیازی کی ادا ان میں نہ ہوتی ہرگز  
 داغِ یہ بت جو نہ اللہ کو پیارے ہوتے



ہم اپنے ہی سرسریں گے مصیبت ہو کسی کی  
 آئے گی اسی جان پہ آفت ہو کسی کی  
 پیغام دیا تھا کوئی مرنا ہے خبر لو  
 قاصد سے کہا اگر یہی عادت ہو کسی کی  
 وہ صدے اٹھائے ہیں کہ ہر دم یہ دعا ہے  
 دُنیا میں کسی کو نہ محبت ہو کسی کی  
 کیوں وصل کی شب ہاتھ لگانے نہیں دیتے  
 معشوق ہو یا کوئی امانت ہو کسی کی  
 لڑنا کبھی ملت کبھی آنا کبھی جانا  
 تم شوخ ہو یا شوخ طبیعت ہو کسی کی  
 لو رہنے دو تسکیں کے لئے غیر کی تصویر  
 شاید جو نہ ہوں میں تو ضرورت ہو کسی کی



عشق میں عیش کے بدلے یہ تباہی کیسی  
 پھنس گئی جان مصیبت میں الہی کیسی  
 چاہتے ہو مری چاہت کا قیوں سے ثبوت  
 جب ہو مجرم کو خود اقرار گواہی کیسی



اُبل روزِ جُدائی کیوں نہ آئی  
 کسی کو منجھ کو آئی کیوں نہ آئی  
 تعجب ہے کہ اس بے داد پر بھی  
 ترے آگے بُرائی کیوں نہ آئی  
 تراشف چہرہ تن بدن صاف  
 طبیعت میں صفائی کیوں نہ آئی  
 مسیحائی اگر آتی ہے تم کو  
 اولے جاں فزائی کیوں نہ آئی  
 ہزاروں چاہتے ہیں داغ تم کو  
 تمہیں پھر بے وفائی کیوں نہ آئی



پوچھتے ہیں وہ مزاج اچھا تو ہے  
 مار رکھنے کا علاج اچھا تو ہے  
 گر حسینوں میں بھی ہو رسم و ف  
 کیا بُرا ہے یہ رواج اچھا تو ہے

آشیاں زیبِ سربمجنوں ہوا  
 اسے جنوں شکلوں کا تاج اچھا تو ہے  
 سینہ کو بی دل خسر اشی چاہیے  
 ہو سکے جو کام کاج اچھا تو ہے  
 داغ کو دی ہے تسلی آپ نے  
 واقعی وہ کل سے آج اچھا تو ہے



دل میں رہتا ہے جو آنکھوں سے نہاں رہتا ہے  
 پوچھتے پھرتے ہیں وہ داغ کہاں رہتا ہے  
 دستِ روسینہ عشاق پہ مارا اکثر  
 تیغ سے بڑھ کے تراوتا تھ رواں رہتا ہے  
 میں بُرا ہوں تو بُرا جان کے ملنے مجھ سے  
 عیب کو عیب سمجھتے تو کہاں رہتا ہے  
 لامکاں ہلک کی خبر حضرت واعظ نے کبھی  
 یہ تو نسیمائیں اللہ کہاں رہتا ہے  
 اُن کے آتے ہی مجھے حور کا آیا جو خیال  
 بوے گھبرا کے کوئی اور یہاں رہتا ہے

گُرچہ وہ کوئے ہیں فخر ہے اس کا مجھ کو  
 نام میرا ہی انہیں وردِ زباں رہتا ہے  
 میرے مطلب کی کہانی سے انہیں ہے نفرت  
 یہی افسانہ مجھے نوکِ زباں رہتا ہے



لطف وہ عشق میں پاتے ہیں کہ جی جانتا ہے  
 رنج بھی ایسے اُٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے  
 جو زمانے کے ستم ہیں وہ زمانہ جانے  
 تو نے دل اتنے ستائے ہیں کہ جی جانتا ہے  
 سکراتے ہوتے وہ مجمعِ اغیار کے ساتھ  
 آج یوں بزم میں آئے ہیں کہ جی جانتا ہے  
 ساوگی، بانکیں، اغماض، شرارت، شونی  
 تو نے اندازہ چائے ہیں کہ جی جانتا ہے  
 کعبہ و دیر میں پتہ راگسین مونسوں، نکمیں  
 ایسے جلوے نظر آتے ہیں کہ جی جانتا ہے



میرے مرنے کے بعد روکے کہا  
 اب کہیں گے وفا شمار کے  
 تاک میں دل کی ہے نشیل آنکھ  
 اور کہتے ہیں ہوشیار کے  
 دیکھے رنگ لائے کیا جو بن  
 لوٹتی ہے تری بہار کے  
 اک زمانے میں پڑ گئی ہیں چل  
 کر دیا تم نے بے شمار کے  
 دل آخ کو دوہی دن میں بھول گئے  
 آپ کہتے تھے جاں نثار کے



ہیں خونِ دل سے دیدہ گریاں بھرے ہوئے  
 دونوں چراغ ہیں شبِ ہجر اں بھرے ہوئے  
 زخموں پہ میرے کانِ ملاحیت کے ہاتھ سے  
 خالی کئے ہوئے ہیں نمک اں بھرے ہوئے  
 منک ہے قتلِ غیر سے کیوں دیکھ تو ذرا  
 آیا ہے کون خون سے دامال بھرے ہوئے

خالی نہیں فساد سے یہ تیوری کے بل  
 آتے ہو تم کہیں سے مری جاں بھرے ہوئے  
 اے داغ دل ترانہ شگفتہ ہوا کبھی  
 عالم میں ہیں گلوں سے گھلتاں بھرے ہوئے



کام رکھنے کا نہیں اے دلِ ناداں کوئی  
 خود بخود خیر سے ہو جاتے گسا ساں کوئی  
 مل گیا اور ہی غارت گریاں کوئی  
 لے گیا لوٹ کے مجھ سے ترے ارماں کوئی  
 شکوہ رنجش و بیداد بھی کرنا قاصد  
 مگر اتنا کہ نہ ہو جاتے پشیاں کوئی  
 چہنم بد دور وہ صیتا دیں تیری آنکھیں  
 سامنے ہو کے نکلتا نہیں انساں کوئی  
 طبع حاضر ہے، صفاتی بھی ہے، نیت بھی درست  
 اب تو کر یہ خدا کے لئے پیاں کوئی  
 دل میں چہ جب اتی ہیں کس طرح تباری آنکھیں  
 سرخ دیکھا نہ کبھی ناکب مڑھاں کوئی

آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں باقی ظالم  
دل میں دل ڈال دے کس طرح سے انساں کوئی



تری محفل میں یہ کثرت کبھی تھی  
ہمارے رنگ کی صحبت کبھی تھی  
ہمارا دل ہمارا دل کبھی تھا  
تری صورت تری صورت کبھی تھی  
کریں کیا اب زمانے کی شکایت  
کہ دنیا منزلِ راحت کبھی تھی  
تہماری سادگی یہ کہہ رہی ہے  
نگاہِ نازاک آفت کبھی تھی  
دلِ برباد میں اڑتی ہے اب خاک  
یہ بستی غیرتِ جنت کبھی تھی  
نہیں ہے اب نہیں ہے صاف سُن لو  
کبھی تھی مجھ کو ہاں چاہت کبھی تھی





تصویر یاد اپنی حبس پر بنائیں گے  
 بگڑا ہوا ہم اپنا مقدر بنائیں گے  
 دشمن ہمارے واسطے تکلیف کیوں کریں  
 ہم آپ اپنے قتل کا عنصر بنائیں گے  
 ہو گا شبِ فراق کا غم بھی بہت بڑا  
 دل کو ہزار ہاتھ کا کیوں کر بنائیں گے  
 عادت ہی ہو گئی ہے وہ دیکھیں گے جب بے  
 چتون غضب کی قبر کے تیور بنائیں گے  
 وہ کم سن ہیں کھیل بھی کیلیں گے تو یہی  
 مٹی کے تیغ و تارک و خنجر بنائیں گے



گرمیے اشکِ سرخ سے رنگِ حنا ملے  
 جو چور کی سزا ہو وہ مجھ کو سزا ملے  
 جاتے تھے منہ چپاتے ہوتے میکے سے ہم  
 آتے ہوتے ادھر سے کتنی پار ملے  
 جنت سے غارِ حور کی صحبت سے اجتناب  
 کیا جانے بندگی کا صلہ مجھ کو کیا ملے



کچھ تو امید بندھے اُن سے وفا داری کی  
 لاش دشمن ہی سمجھ کر وہ کریں یاد مجھے  
 خانہ دل سے یہ ماتم کی صدا آتی ہے  
 غم سے آباد کیا جان سے برباد مجھے  
 ہچکیاں داغ دم نزع چلی آتی ہیں  
 شاید اس بھولنے والے نے کیا یاد مجھے



تم نے بدے ہم سے گن گن کے لئے  
 ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے  
 وصل میں تنگ آ کے وہ بھنے لگے  
 کیا یہ جو بن تم! اسی دن کے لئے  
 چاہتے والوں سے گر مطلب نہیں  
 آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے  
 مے کشو مشرہ، اب آتی فصل گل  
 بلبلوں نے چو پنچ میں تنکے کے لئے

میں رُخ نازک پہ گنتی کے نشان  
 کس نے تیرے پوسے گن گن کے لئے  
 آج کل میں داغ ہو گئے کامیاب  
 کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لئے



آئے بھی تو وہ منہ کو چھپاتے مرے آگے  
 اس طرح سے آئے کہ نہ آتے مرے آگے  
 کیا دم کا بھروسہ ہے پھر آئے کہ نہ آتے  
 جانا ہو جوت صد کو تو جاتے مرے آگے  
 کچھ تذکرہ رنجش معشوق جو آیا  
 دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے  
 مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سبھو  
 کوسا ہوا اگر میں نے تو آتے مرے آگے  
 تیرا یہی کہتے تھے کہ یہ نام ہے میرا  
 لکھ کر کئی حرف اس نے مٹاتے مرے آگے  
 دیکھے تو کوئی قصاصد جاناں کی دوسری  
 واپس مرے خط لاکے جلاتے مرے آگے

بچھڑے ہوئے معشوق ملیں سب کو اپنی  
 تنہا کوئی جنت میں نہ جاتے مرے آگے  
 کچھ داغ کا مذکور جو آیا تو وہ بوسے  
 آتے تھے بڑا حال بناتے مرے آگے



یہ جو ہے حکم مرے پاس نہ آئے کوئی  
 اس نے روٹھ رہے ہیں کہ مٹائے کوئی  
 ناک میں ہے نگہ شوق خدا خیر کرے  
 سامنے سے مرے پچھتا ہوا جائے کوئی  
 ہو چکا عیش کا جالہ تو مجھے خط بیجا  
 آپ کی طرح سے مہمان بلاتے کوئی  
 ترکِ بیدارگی تم داد نہ چاہو مجھ سے  
 کر کے احسان نہ احسان جاتے کوئی  
 دردِ الفت کے مزے لیتے ہیں قیمت دے  
 خونِ دل زہر نہیں ہے کہ نہ کھائے کوئی  
 آپ نے داغ کو مزہ بھی نہ لگایا افسوس  
 اس کو رکھتا تھا کیلجے سے لگائے کوئی



وہ کھینچتے ہیں خنجر تراں کبھی کبھی  
 مشکل ہماری ہوتی ہے آس کبھی کبھی  
 بسوئے ہی بن کے کام نکلتا ہے گاہ گاہ  
 بن جاتے ہیں ہم آپ ہی ناداں کبھی کبھی  
 استدار سے زیادہ ہے انکار آپ کا  
 ہر دم نہیں نہیں ہے تو ہاں ہاں کبھی کبھی  
 ہر وقت اُن کی شرم سے اُٹھتی نہیں پلک  
 ہوتا ہے دل کے پار یہ پریاں کبھی کبھی  
 دل رفتہ رفتہ خوگر غم ہو تو خوب ہے  
 آیا کمرے مری شب جب اں کبھی کبھی  
 میسری مجال ہے جو کروں عرضِ مدعا  
 نظروں میں بات ہوتی ہے نہاں کبھی کبھی  
 سنتے ہیں کان رکھ کے فرشتے بھی اس کی بات  
 کہتا ہے دُور دُور کی اناں کبھی کبھی



فرماتے ہیں وہ سنتے ہیں جب آغ کے اشار  
اللہ زباں دے تو زباں میں ہو اثر بھی



ہم سے برگشتہ کسی کی نظر ایسی تو نہ تھی  
گرچہ تھی چشم تغافل مگر ایسی تو نہ تھی  
وہی دل ہے وہی لب ہیں وہی انداز بیاں  
جیسی اب ہے یہ دعا ہے اثر ایسی تو نہ تھی  
شکل یوسف کی جو تعریف سنی 'فرمایا  
منصفی شرط ہے' دیکھو! دھڑکی تو نہ تھی



شکستہ ہمد سے ہوتا ہی کیا ہے  
انہیں اس بات کی پروا ہی کیا ہے  
ترقی کر رہی ہے ان کی شوخی  
ابھی تڑپے لگا دل تڑپا ہی کیا ہے ۔  
ہمارے دل میں ہے ساری خدائی  
خدا کے گھر میں اب رکھا ہی کیا ہے

ہمیشہ دیکھتی ہیں دل کی آنکھیں  
ہمدا آپ کا پرواہی کیا ہے



کسی کے ہیں جلوے یہاں کیسے کیسے  
عیاں کیسے کیسے نہاں کیسے کیسے  
وہ جب اوپری دل سے کرتے ہیں وعدہ  
تو کماتی ہے پلٹے زباں کیسے کیسے  
بے زاہر پیر کو حورِ توبہ  
دہاں ہوں گے رعنا جواں کیسے کیسے  
نہ آثارِ عشرت نہ سامانِ راحت  
نشاں سے ہوئے بے نشاں کیسے کیسے  
سکھانے پڑ جانے کو ہیں دوست دشمن  
یہاں کیسے کیسے دہاں کیسے کیسے  
گزر گاہِ ارمان و حسرت رہا دل  
گزرتے رہے کارواں کیسے کیسے  
شکایتِ حکایت ہی میں رات گزری  
رہے تذکرے درمیاں کیسے کیسے



نزاکت مانع زور آزمائی ہوتی جاتی ہے  
 کہ شاخ گل سی جب ان کی کھائی ہوتی جاتی ہے  
 بڑھایا شوق نے آگے ہٹایا خوف نے پیچھے  
 رسائی میں بھی اُس تک رسائی ہوتی جاتی ہے  
 وہ چشمِ فتنہ زلے دیکھ کر آیت کہتے ہیں  
 بہت سے شوخ تجھ میں بے حیائی ہوتی جاتی ہے



میری تصویر بھی دکھی تو کہا شرمناک  
 یہ بُرا شخص ہے اس کی نہیں نیت اچھی  
 میری شامت کو دکھائی اُسے دشمن کی شبیہ  
 سُکا کر یہ کہا اُس نے نہایت اچھی  
 جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر  
 جس کا انجام ہوا چھاوہ مصیبت اچھی  
 زور و زرد سے بھی کہیں دُعا نہیں ملے تیری  
 اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی





ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے  
ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے  
اُن کی فرمائش نئی دن رات ہے  
اور تھوڑی سی مری اوقات ہے  
پھر خدا جانے کہاں تم کہاں  
عیش و عشرت کی یہی اک اُت ہے  
اُن کا قاصد لے پلا ہے دل مرا  
مازہ فرمائش نئی سوخات ہے  
یہ بلا اظہارِ الفت پر جواب  
آپ ایسے ہی تو ہیں کیا بات ہے  
کیوں پھیل پڑتے ہیں ملکِ حسن میں  
کیا دہاں برسات ہی برسات ہے  
جب کہا میں نے کہ لومیا ہوں میں  
بوسے بسم اللہ اچھی بات ہے  
بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں  
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے



اب وہ یہ کہہ رہے ہیں مری مان جاوے  
 اللہ تیری شان کے مستربان جاوے  
 بگڑے ہوئے مزاج کو پہچان جاوے  
 سیدی طرح نہ مانے گا مان جاوے  
 میں تیوری میں بل تو نگاہیں پھری ہوئی  
 جاتے ہیں ایسے آنے سے اوسان جاوے  
 فصل میں کس نے آپ کو دل میں چھپا لیا  
 اتنوں میں کون چور ہے پہچان جاوے  
 اپنی کہی کہ غیسر کے گھر تک ذرا چلو  
 میں آپ کا نہیں ہوں نگہب ان جاوے  
 آتے ہیں آپ غیر کے گھر سے کھڑے کھڑے  
 یہ اور کو جتائیے احسان جاوے



اس لئے وصل سے انکار ہے ہم جان گئے  
 یہ نہ بچے کوئی کیا جلد کہا ان گئے

تیرے عاشق کا جن ازہ نہ گیا ہو آگے  
 ابھی اس راہ سے کچھ لوگ پریشان گئے  
 یا الہی کہیں ٹٹسی تو نہیں راہِ مدم  
 جانے والے جو یہاں چھوڑ کے سامان گئے  
 خاؤ دل ہے الہی کہ مسافر خانہ  
 کتنے ہی آئے یہاں کتنے ہی ارمان گئے  
 بندہ عشق ہو ایسے کہ الہی تو بہ  
 تم تو معشوق کو اسے داغ خدا جان گئے



پٹھ بھی آج حضرت زاہد نے صاف کی  
 مے نوش کیا ہوتے کہ بلا نوش ہو گئے  
 احباب کو جنازہ اٹھانا بھی بار تھا  
 ہم خاک میں بیٹے وہ بیک دوش ہو گئے  
 اسے داغ سب زمانہ ماضی کے ذوق شوق  
 یک بار دل سے مود و فرہوش ہو گئے



اُس نے جب اک نگاہ دیکھا ہے  
 حال دل کا تبہ دیکھا ہے  
 مجھ کو بے جرم کیوں سزا ملتی  
 کچھ نہ کچھ تو گناہ دیکھا ہے  
 بزم میں مجھ کو تاک کر بولے  
 چُپ کے بیٹھے ہو واہ دیکھا ہے  
 ساتھ اس بُت کے اہل تقویٰ کو  
 صورت گردِ راہ دیکھا ہے



ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے  
 اِس ادا کا کہیں جواب بھی ہے  
 رحم کر میرے حال پر واعظا  
 کہ انگلیں بھی ہیں شباب بھی ہے  
 مار ڈالا ہے کس دورنگی نے  
 مہربانی بھی ہے عتاب بھی ہے  
 بچھے وقت گھر چلے جانا  
 دن بھی ہے گرم آفتاب بھی ہے

کچھ بے یاس کچھ بے امید  
 صبر کے ساتھ اضطراب بھی ہے  
 اس جنا پر وفا کروں کب تک  
 آدمیت کا کچھ حساب بھی ہے



نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی  
 بہت دیر کی مہرباں آتے آتے  
 سنانے کے قابل جو تھی بات انکو  
 وہی رہ گئی درمیاں آتے آتے  
 ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں  
 انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے  
 چلے آتے ہیں دل میں ارمان لاکھوں  
 مکاں بھر گیا میہاں آتے آتے  
 مرے آشیاں کے تو تھے چار تہنگے  
 چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے  
 نہیں کھیلے داغ یاروں سے کہہ دو  
 کہ آتی ہے آرزو زباں آتے آتے



آدمی مرے جتے ہے یہ مصیبت کیسی  
 یہیں انصاف نہ ہو جائے قیامت کیسی  
 سحر و سفاکی و مہیب کی و شوخی و متاب  
 جس کی آنکھوں میں یہ فتنے ہوں مروت کیسی  
 آپ ہی جو د کریں آپ ہی پوچھیں مجھ سے  
 یہ تو فسر مایہ ہے آج طبیعت کیسی  
 تھمتے تھمتے کہ نکل جائے مری جانِ حزیں  
 میں تو رخصت نہ ہوا آپ کی رخصت کیسی  
 تھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو  
 اور ہوتی ہے خطا دار کی صورت کیسی  
 بخش دے پرکشش اعمال سے پہلے یارب  
 پوچھ کر کوئی اگر فے تو سخاوت کیسی  
 نظر آتا ہے پری رو جو کوئی شوخ و شیریں  
 گدگداتی ہے پھر اے داغِ طبیعت کیسی



اللہ کرے زندہ رہیں دیکھنے والے  
 اُن اُن وہ جس شکل خدا کو کسی کی  
 گھبرا کے اگر موت بھی مانگوں تو کہیں وہ  
 جاگیر نہیں ہے عدم آباد کسی کی  
 کم بہت وہی داغ نہ ہو دیکھو تو جب اگر  
 بے چین کتے دیتی ہے فریاد کسی کی



پرسش جو اُن سے نطس کی روزِ جزا ہوتی  
 اتنا ہی کہہ کے چھوٹ گئے وہ خطا ہوتی  
 پوری ابھی سنی بھی نہیں تم نے داستان  
 اک بات میں بگڑ گئے، یہ بات کیا ہوتی  
 رحمت کے کارخانے ہیں واعظ کچھ اور ہی  
 بخشش اسی کی ہوگی جس سے خطا ہوتی  
 بندرِ قبا خشکتیں ہیں دامن ہے چاک چاک  
 کس کی طرف سے یہ تو گواہت دا ہوتی  
 اتنا اثر تو نالہ پُر دُرو نے کیا  
 چاروں طرف سے حق میں ہمارے نما ہوتی



دُنیا میں ہیں سب جیش کے سماں کوئی دُن کے  
 یہ جلوے نظر آتے ہیں ناداں کوئی دُن کے  
 بے باک ہوتے جاتے ہیں اب وہ کوئی دُن میں  
 دُوباں کوئی دُن کے ہیں نگہباں کوئی دُن کے  
 پھر اپنے مقدر میں کہاں وصل کی راتیں  
 ہم پر ہیں یہ سب آپ کے احساں کوئی دُن کے



لذتِ عشقِ الہی مٹ جاتے  
 دردِ ارمان ہوا جاتا ہے  
 عرصہ حشر میں وہ آپہنچے  
 صاف میدان ہوا جاتا ہے  
 چھائی جاتی ہے یہ وحشت کیسی  
 گھرِ بیابان ہوا جاتا ہے  
 شکوہِ حسن آنکھ ملا کر ظالم  
 کیوں پشیمان ہوا جاتا ہے



عذر جانے میں نہ کرے قلمد  
تو بھی نادان ہو اجاتا ہے



جنسِ دل آپ کو کیا؟ ہنگی ہے یستی ہے  
ہم نہیں بیچے کچھ زورِ زبردستی ہے  
اے فلک ہمیں سے دم بھر تو پڑا رہنے لے  
ہم بھی بے ہیں جہاں خلقِ خدا بستی ہے



اُن کو وعدے میں بھی دشواری ہے  
مجھ کو ایک ایک گھڑی بھاری ہے  
غمزہ و ناز نے کیسے پختہ تواری  
کس سے یہ جنگ کی تیاری ہے  
سنگِ اسود نہ ٹلا کبے سے  
پتھر اپنی ہی جگہ بھاری ہے  
اے چکر میں جنابِ زاہد  
دخترِ رز کا قدم بھاری ہے

دماغ دشمن سے بھی جھک کر ملے  
 کچھ عجب چیز نسا رہی ہے



خوش کسی حال میں انسان رہا ہے نہ رہے  
 ہو کے بے فکر کسی آن رہا ہے نہ رہے  
 دل بیتاب کو کیوں زلف میں الجھاتے ہو  
 کوئی باندھے سے تو مہمان رہا ہے نہ رہے



کیا مصیبت ہے کہ تم وعدہ کرو اور نہ آؤ  
 کوئی کم بہت پریشان ہے یا نہ رہے  
 ہوش میں آؤ نہ گھبرائو جواب اس کا دو  
 شب کو جا کر کہیں مہمان ہے یا نہ ہے  
 تو تو اک بار مرے دل کی تست برلا  
 پھر بلا سے کوئی ارمان رہے یا نہ رہے



قیامت ہیں بانجی ادا تیں تہہ راری  
 ادھر آوے لوں بلا تیں تہہ راری  
 زمانے میں جسیں یاد گار زمانہ  
 دفاتیں ہماری جفا تیں تہہ راری  
 ہر اک داستان ہے نہایت مزے کی  
 ہم اپنی کہیں یا ستائیں تہہ راری  
 شبِ غم وہاں سے یہ پیغام آیا  
 اثر کر چکیں بس دعا تیں تہہ راری  
 اٹھاتے ہیں صدمے بہت داغ نمٹنے  
 ابھی مرادیں بر آئیں تہہ راری



مگر نکلی نہ دل کی چور زلفِ عنبریں نکلی  
 ادھر لا ہاتھ، مٹھی کھول، یہ چوری یہیں نکلی  
 تری خاطر سے کہہ دوں آرزو سے ناز نہیں نکلی  
 نہیں نکلی، نہیں نکلی، نہیں نکلی، نہیں نکلی  
 بجائے حضرتِ واعظ کہاں دنیا کہاں جنت  
 نزالِ آن، بانجی وضع جب نکلی یہیں نکلی

نکل کر تم مری آغوش سے اس سال کو اپنے  
 کہیں سے پہل دریا دامن کہیں سے استیں نکلی  
 نیاز و نیاز عشق و حسن دیکھا قیس کیسلی میں  
 جو یہ صحرائشیں نکلا تو وہ محل نشیں نکلی  
 یہ اُن کو لاگ ہے وہ پوچھتے ہیں ہر مسافر سے  
 ہماری کسی کوئی صورت کہیں دیکھی کہیں نکلی  
 اہل نے دی نہ مہلت بات کی بھی وہ گئی حسرت  
 اُدھر گھر سے وہ نکلے تھے اُدھر جانِ حزیں نکلی



عرض احوال کو نکلا ہے  
 کیا کہا میں نے، آپ کیا ہے  
 پرے پرے میں گایاں ہے کر  
 مجھ سے وہ پوچھتے ہیں کیا ہے  
 سچ تو یہ ہے کہ وہ بُتِ معزور  
 اپنے آگے کسی کو کیا ہے  
 آدمیت کی شرط ہے اے داغ  
 خوب اپنا برا بھلا ہے



دل کو کیا ہو گیا خدا جانے  
 کیوں ہے ایسا اداس کیا جانے  
 کیا ہم اُس بدگماں سے بات کریں  
 جو ستائش کو بھی بگلا جانے  
 بے عبت جرم عشق پر الزام  
 جب خطا وار بھی خطا جانے



سیخڑوں ملتے ہیں الزام کے دینے والے  
 ایک دو بھی نہیں آرام کے دینے والے  
 میرے قاصد کو دیا اُس نے یہ جھنجھلا کے جواب  
 کون ہوتے ہیں وہ پیغام کے دینے والے  
 وہی اچھے وہی دانا ہیں تباہے نزدیک  
 مشوے تم کو بُرے کام کے دینے والے  
 غیر کیا دے گا تبیں نقد دل و جاں اپنا  
 نہیں ہوتے کبھی اس نام کے دینے والے

دارِ عاصی کو ملے نعمتِ فردوس و نعيم  
یا نبی دولتِ اسلام کے دینے والے



عجبت ہے مجھے اُس رہ گزرتے  
جنازہ بھی مرا جاتے ادھر سے  
پہچانا آفتِ تیرِ نظر سے  
الہی یہ بلا آتی کدھر سے  
کیا ہے ضبط جب درِ محبت  
گرے میں ٹپ ٹپ آنسو چشمِ تر سے  
خدا کی دین سے غم ہو کر شادی  
یہ بندے لائے ہیں کیا اپنے گھر سے  
مرزا آتا ہے اُن کے روٹنے میں  
بمیشر چھڑ بھرتی ہے ادھر سے



لذتِ سیرِ دگر چشمِ تمنا لے گی  
ایک بار اور بھی دنیا ابھی پٹ لے گی

دل کا سرمایہ وہ دُزدیدہ نظر کیا لے گی  
 اتنا دینا بھی پڑے گا اُسے جتنا لے گی  
 نہ کریں میرے لئے حضرتِ ناصح تکلیف  
 خود طبیعتِ دل بیتاب کو سبھائے گی  
 نٹ چکے جان و دل و صبرِ خرد روزِ وصال  
 کیا دھرا ہے شبِ غم آکے سیاں کیا لے گی



جب سے بسی ہوئی کسی گلگوںِ تبا میں ہے  
 میں کیا کہوں کہ نکبتِ گل کس ہوا میں ہے  
 خالی نہیں ہے اُن کی شرارت سے شرم بھی  
 جو کچھ بچی اُداسے وہ شوخی حیا میں ہے  
 اب دیکھئے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں  
 سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خُدا میں ہے



ہم اس جہان سے ارمان لے کے جاتیں گے  
 خُدا کے گھر پہی سامان لے کے جاتیں گے

ہمیں یہ منکر کہ دل سوچ کر سمجھ کر دیں  
 انہیں یہ خد کہ اسی آن لے کے جاتیں گے  
 نہیں ہے تشنگی حشر کا کچھ اندیشہ  
 ہم اشک شرم کا طوفان لے کے جاتیں گے  
 اس آستان پہ جو دی جان داغ بے کس نے  
 جنازہ آپ کے دربان لے کے جاتیں گے



چھایا ہوا ہے بزمِ عدو کا خمار  
 آنکھوں میں تیزی نیند سہاتی ہوتی سی ہے  
 تم دل سے مہربان ہو اس کا یقیں نہیں  
 یہ طرزِ اتفاقات اڑاتی ہوتی سی ہے  
 دھویا ہے تم نے تیغ کو باقی ہے غم ابھی  
 یہ خون میں کسی کے نہاتی ہوتی سی ہے



ہر دم اُسی کی دھن ہے اسی کا خیال ہے  
 چھوٹے چھٹے ربط پر اب تک یہ حال ہے



- میں کیا کہوں کہ جو مجھے شوقِ وصال ہے  
 تم دیکھ لو فقیر کی صورت سوال ہے  
 قسمت سے جو گنتی ہے پسלו فیصلہ ہوا  
 میرا کمال ہے نہ تبارا کمال ہے  
 میں ہوں گدائے میکدہ مجھ پر ہو کیوں حسرم  
 قاضی کو بھی تو مفت کی واعظِ حلال ہے  
 اے داغِ اُن کی زخمش بے جا کا کیا علاج  
 اپنے تصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے



- دل بے ہی چکے ناز سے شوخی سے منہی سے  
 اب اُن کی بلا آنکھ ملائی ہے کسی سے  
 آئینے میں کیا دیکھتے ہو اپنی آدائیں  
 اس ناز اس انداز کو پوچھو مرے جی سے  
 ارشاد ہوا ہے تجھے قتل کریں گے  
 پھر یہ بھی ہے تاکید کہ کہنا نہ کسی سے  
 معشوق کو مشاق نے بے درد بنایا  
 انصاف تو یہ ہے کہ ہوتی چوک سہمی سے

بھوے سے پیابھی کوئی ساغر تو گز گیا  
 اک عمر ہوئی تو بہ کئے بارہ کشتی سے  
 میں وصل کا سہل ہوں جواب اسکا تو دیجے  
 کیوں چپ ہوئے کیا پوچھنے جانا ہے کسی سے  
 وہ شبِ وصل سے برہم ہیں الہی  
 آثارِ قیامت میں نمودار ابھی سے



کھل کھیلے کھل جائیے دل کھول کے ملنے  
 کب تک گرہ بندِ قبا کو کوئی دیکھے  
 جب ذکر ہوا طولِ حیاتِ ابدی کا  
 وہ بوے مری زلفِ رسا کو کوئی دیکھے  
 تقدیر بنے کوئی کہ تعریفِ تہا ری  
 انداز کو دیکھے کہ ادا کو کوئی دیکھے  
 جو دیکھتے ہیں چشمِ تحیر سے ترا حسن  
 اُن دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے



راہ ہے دشوار و منزل دُور تر  
 پاشکے کیا کرے کیوں کر چلے  
 جس جگہ ٹھہرا دیا ٹھہرے ہے  
 جس طرف کوئے چلا رہا ہے  
 دیکھے پس ماند گاہاں پر کیا بنے  
 ہم تو اپنی سی بیت کچھ کر چلے  
 کیسی بھل ہے سوائے دہریہاں  
 سب ماسفر چھوڑ کر بستر چلے  
 مار ڈالے گی قفس میں بُوئے گل  
 ہم اسیر دل سے ہوا پنج کر چلے  
 موج طوفانی و گردِ آبِ محیط  
 اپنی کشتی کس طرف پنج کر چلے  
 حسرتوں سے کیوں ہو دل پاتا مال  
 اس زمیں پر سیکڑوں شکوے چلے  
 کیا دھڑکتا اس تہی خنم خانے میں  
 ہم بھی آکر اپنا بھڑنا بھر چلے  
 ملنے دیتی ہے کہیں وحشت ہیں  
 چھان کر جنگل پھر اپنے گھر چلے



ابرو تے یار کیوں نہ کھینچے اس مثال سے  
 اس کے تو ناخنوں میں پٹے ہیں بلال سے  
 جانا کہ یہ بھی ایک طرح کا لگاؤ ہے  
 ناخوش ہوا زہیں کہیں اُن کے طال سے  
 کہتے ہیں کیوں خدا کو کیا یاد جب میں  
 فرصت بڑی ملی تجھے میرے خیال سے



وصفِ یوسف پر بُتِ کافر نے مجھ بلا کر کہا  
 ہم تو دیکھیں اُس کی صورت کوئی اچھا ہم سے ہے  
 کیوں نہ حیرت ہو کہ بنفص و کینہ ورنج و ملال  
 ہم کو دشمن سے نہیں ہے تم کو جتنا ہم سے ہے  
 دل میں بھی آئے، تصور میں بھی آئے بے حجاب  
 اُن کو ظاہر میں فقط آنکھوں کا پردہ ہم سے ہے





سب سے جلتے ہیں ڈرے جاتے ہیں وہ عاشق سے  
 کم سنی ہے ابھی اس بن میں جھک ہوتی ہے  
 جس نے سونگھی ہے وہ خوشبو کوئی اس سے پوچھے  
 ہاسی باروں کے جو ٹھوٹوں میں مہک ہوتی ہے  
 سارہ دل میں جو انہیں آنے روکتے ہیں  
 آنے میں کہیں جیل کی چاک ہوتی ہے  
 دل اندھا دھند ہی آتا ہے ہمیشہ اے داغ  
 چھان بین اس میں نہ کچھ چھان پٹک ہوتی ہے



اچھی کہی کہ عشق میں بیدار کیوں ہوتے  
 اچھوں کے آپ درپے آزار کیوں ہوتے  
 پی کر نہ توبہ کی ہو تو واعظ زباں چلے  
 یہ اعتراض کیا ہے کہ مے خوار کیوں ہوتے  
 کیا یہ شیریں لٹائی کا گھر نہیں  
 تم اس کے بدلے لڑنے کو تیار کیوں ہوئے

کہتے ہیں تم نے مجھ کو بتایا ستم شعار  
 الزام ہے کہ طالبِ آزار کیوں ہوتے  
 کہتا ہے عاشقوں کو وہ کافر یہ طنز سے  
 بنے خدا کے میرے غلب گار کیوں ہوتے  
 ہم کو دکھائے جسوہ یہ آواز کس نے دی  
 چل دو بیاں سے نقش بہ دیوار کیوں ہوتے  
 نجلت تو کہہ رہی ہے نہایت بُرا کیا  
 رحمت نہ یہ کہے گی گنہ گار کیوں ہوتے



بہ چنڈ کچھ ایسی بھی ہیں باتیں کہ نہ سینے  
 کیا کیجئے کہتے ہیں وہ سب دازن ہیں سے  
 ہم سے ہی سب بزم چراتے ہیں نظر بھی  
 لڑتی بھی ہے پھر چشمِ فلول ساز ہیں سے  
 سو دیکھنے والے ہوں تو یہ آنکھ کہاں ہے  
 تصویر تری کیوں نہ کرے ناز ہمیں سے  
 صیاد کی بیدا نہیں کنجِ قفس میں  
 ٹوٹے ہیں پتھر کر پر پرواز ہمیں سے

ہم نے ہی تو پالا دلِ مفرد کو بھسل میں  
 کرتا ہے دغا پھر یہ دغا باز ہمیں سے



میری تصویر بھی وہ دیکھتے ہیں  
 کس بُری آنکھ کس بُرے دل سے  
 تیر تیرا ہے اور دل میرا  
 اب چھٹے گا یہ سہ تو شکل سے  
 کس نے مذکور کر دیا میرا  
 بگڑے بیٹھے ہیں ساری منزل سے  
 کیوں ہونا خدا کو المیناں  
 ابھی کشتی ہے دُور ساحل سے  
 ہے اک آندھی غبارِ جنوں کا  
 سارباں ہو شیارِ محفل سے  
 محتب آگیا تو اے ساقی  
 ہم اذال دیں گے اٹھ کے محفل سے  
 جذبِ دل کھینچ لائے گا اس کو  
 ایک کیا ہے ہزار منزل سے



وہ دل پہ پھری پھیر گئے ناز و آدا سے  
اب کوئی مرے کوئی جیتے ان کی بلا سے  
وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دست دعا سے  
کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہاتھ ذرا سے  
ہم تیرے سوا اور ہوں کس چیز کے طالب  
کیا چھوڑ دیا مانگنے والوں نے خدا سے  
مستوق سے چھوٹے یہ کبھی ہو نہیں سکتا  
مجبور ہے وہ شیوہ بیداد و جفا سے  
اب قامتِ زیبا نے اٹھائی ہے قیامت  
نہتے بھی ذرا سے تھے کبھی تم بھی ذرا سے  
اللہ سے کیا فتنہ گری ہے دمِ رفتار  
بچتی ہے قیامت ترے دامن کی ہول سے  
شکوہ ہو بہانہ ہو کچھ اس کی نہیں پروا  
جو بات ہو وہ کیجئے انداز و آدا سے  
کیا خاک لڑیں گی مے دل سے تری آنکھیں  
جو شہم سے ٹھکتی ہیں جو چھپتی ہیں حیا سے



میں بزم سے اٹھ جاؤں نکل جاؤں چلا جاؤں  
کیا بات ہوتی خیر تو ہے کیوں ہو خفا سے



مرضِ مشق کی دوا بھی ہے  
مجھ میں دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے  
زندگی اور اس زمانے میں  
ایسے جیسے کا کچھ مزا بھی ہے  
تسیری اداو کے تے اے آہ  
پیچھے پیچھے مری دُعا بھی ہے  
کیا یوں نہیں مر گئے ترے عاشق  
بمختار کیا کہا سنا بھی ہے  
دیکھ کر دل کو پوچھتے ہیں وہ  
اس مکاں میں کوئی رہا بھی ہے  
کچھ ہے بے جا عتاب بھی اُن کا  
کچھ یوں نہیں کسی مری خطا بھی ہے  
حالِ دل کب ادا ہوا پورا  
کچھ کہا بھی ہے کچھ رہا بھی ہے

دھونڈتی ہیں تجھے مری آنکھیں  
اے وفا کچھ ترا پتہ بھی ہے



شب وصل کی کیا کہوں داستان  
زباں تھک گئی گفت گورہ گئی  
بہت اے شبِ غم جلاتیں ٹیلیں  
خدا جانے کس طرح ٹورہ گئی  
چلے ہم تری بزم سے تشنہ کام  
تنائے جامِ دیہورہ گئی  
بہت چل بے یار اے زندگی  
کوئی دن کی مہمان ٹورہ گئی  
دکھا کر جھلک کون چلتا ہوا  
نظر دھونڈتی چار سو رہ گئی



مہشر میں رازِ عشقِ خدا سے بھی یوں کہا  
جس کی نہ کانوں کان کسی کو خبر ہوئی

کر لیں گے تُو رکا بھی نفل رہ دمِ خسیر  
 دنیا کی تاک جھانک سے نصرتِ الٰہی ہوئی  
 دل کو بغل میں پال کے مجبور ہو گئے  
 دشمن کے ساتھ عمر ہماری بسر ہوئی  
 بچتی تھی دختِ رز کی نہ حرمت کسی طرح  
 یہ نیک بخت ہمارے قاضی کے بسر ہوئی  
 گو مرضِ مدعا پر زباں قطع کیوں نہ ہو  
 اب کیا چٹے گی وہ جو خطا بسر ہوئی  
 کہتے ہیں بار بار وہ مجھ سے شبِ دصال  
 ہے ہے اگر نہ تیری دُعا سے سحر ہوئی  
 ہمسائے میں یہ شور ہے لود آغ کی خبر  
 کلمِ بخت کو ترپتے ہوئے رات بسر ہوئی



قاصد بھی اس کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا  
 پوچھی زمین کی تو کہیں آسمان کی  
 کس کو گلا نہیں تری بیداد و جور کا  
 کیوں کر زبان بند ہو سائے جہان کی

یہ شکوہ رقیب پر مجھ کو ملا جواب  
 لوگوں سے تو نے کیوں مری خوبی بیان کی  
 روکا اسی بہانے سے انگھار شوق پر  
 معلوم ہے ہمیں نہیں حاجت بیان کی  
 کب تک بتانا کے کہوں ماجہ رائے دل  
 فرمائشیں ہیں روزِ نئی داستان کی



کب تک کچے رہو گئے کب تک تنی رہے گی  
 کس کی بنی رہی ہے کس کی بنی رہے گی  
 مل کر تو اُن سے دیکھیں آئندہ جو مقدر  
 یاد دہشتی رہے گی یاد دشمنی رہے گی  
 تنگ آئے دل کے ہاتھوں چاہتا ہوں ہم نے مرنا  
 یہ کیا خبر تھی برسوں یوں جاں کنی رہے گی  
 مرنے کے ہم جتے ہیں سوا امتاں دیتے ہیں  
 اسے بدگمان کب تک یہ بد غلطی رہے گی  
 ٹوٹیں گی وہ نگاہیں ہر کاروانِ دل کو  
 جب تک چلے گا رستہ یہ رہ زنی رہے گی



خود کی خورتے دل سے نہ ستم گمار گئی  
عمر بھر اپنی وفا سب یوں نہیں بیکار گئی  
جس کو کہتے ہیں اشر وہ نہ ہلا ہے نہ بٹے  
کیس گئی آہ فلک کے سہی اگر پار گئی  
سناک جہانک اپنی نگہ کو رہی اُس کو پے میں  
روزِ زار سے ہٹی تو سب دیوار گئی  
رکھو نے مزہ پہ جیٹ ہا تو حیات سے تم نے  
لذتِ وصل ملی لذتِ دیدار گئی  
میرے گھر خوف سے تم تم کے قدم رکھے ہو  
کیا ہوا اب وہ کہاں شوقی رفتار گئی  
میرے مرنے کی خبر سن کے کہا خوب ہوا  
روز کا قصہ گیس روز کی مکرار گئی  
صدے سننے کے لئے بھی ہے تو ناتی شرط  
اب طبیعت غمِ فرقت سے بہت ہار گئی  
گالیاں دینے لگے بہرِ میا دوست آکر  
دل کی تسکین گئی پرششِ بیار گئی



جلا تھا دل جب کیا تھا ناہ جلیں گے ب جب دعا کریں گے  
 جو وہ کیا تھا تو کیا ایک تھا جو یہ کریں گے تو کیا کریں گے  
 مزا اسی میں ہے دل لگی کا کہ شوقیاں ہوں شرارتیں ہوں  
 جو آپ ہم سے کیا کریں گے تو چھڑ کر ہم خف کریں گے  
 ہوتے ہیں وہ خوگر جفا ہم یہ کہتے پھرتے ہیں جا بجا ہم  
 جو کوئی ہم پرستم کرے گا ہم اُس کے حق میں دعا کریں گے



وہ دل بے کے چپکے سے چلتے ہوئے  
 یہاں رہ گئے ہاتھ ملے ہوئے  
 اپنی وہ نکلے تو ہیں سیر کو  
 چلے آئیں مجھ تک ٹہلے ہوئے  
 نہ اتر آئے دیر لگتی ہے کیا  
 زمانے کو کوڑا بٹے ہوئے  
 ہرے جذبِ دل پر نہ الزام آئے  
 وہ آتے ہیں آنکھیں بندے ہوئے

یادگارِ داغ



یہ داغ کے کلام کا چوتھا مجموعہ ہے جو اُن کے انتقال  
کے بعد ۱۹۰۵ء میں ایسٹیم پریس لاہور میں چھپا تھا۔ بعد  
میں اس دیوان کا تتمہ بھی شائع ہوا تھا۔ اس دیوان  
میں ۵۶ غزلیں ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد  
۷۷۲ ہے۔ زیرِ نظر انتخاب میں دونوں حصوں کے  
اشعار درج ہیں۔





رولیف ۱

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ  
نہیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰ  
نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے  
نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰ  
زباں پر ترانہ جاری ہے  
کرے دل تری یاد یا مصطفیٰ  
نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہ صواب  
نہ ہو غم و بیداد یا مصطفیٰ  
عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے  
بجالاتوں ارشاد یا مصطفیٰ  
رہوں حشر میں آپ کی ذات سے  
طلب نگاہ اسد او یا مصطفیٰ  
عنایت کی ہو جائے اس پر نظر  
رہے داغ دل شاد یا مصطفیٰ



ان آنکھوں نے کیا کیا تماشا نہ دیکھا  
 حقیقت میں جو دیکھتا تھا نہ دیکھا  
 وہ کیا دیکھ سکتا ہے اس کی تہمتی  
 جس انسان نے اپنا جلوہ نہ دیکھا  
 بہت شور سنتے تھے اس انجن کا  
 یہاں آ کے جو کچھ سنا تھا نہ دیکھا  
 کہاں نقشِ اول کہاں نقشِ ثانی  
 خدا کی خدائی میں تجھ سا نہ دیکھا  
 تری یا ہے یا ہے تیرا تصور  
 کبھی داغ کو ہم نے تہنا نہ دیکھا



چاند سے چہرے پہ کیوں ڈالی نقاب  
 چاند یہ کیا گہن میں گہر گیا  
 ہاتے میری خستگی و ماندگی  
 تانہ سب چل دیا میں رہ گیا



خارجِ حسرت بیان سے نکلا  
 دل کا کانٹا زبان سے نکلا  
 ذکرِ اہلِ وفا کا جب آیا  
 داغِ ان کی زبان سے نکلا



بندہ پروردہی تو نہ جب ٹھہرا  
 بندگی کو تری سلام کیا  
 داغِ تم سے کی وفاداری  
 اور دشمن کا تم نے نام کیا



دل میرا بنا جب تو محبتِ تری آئی  
 آنکھیں ہوتیں پیدا تو مجھے تو نظر آیا  
 اس گوہرِ نایاب کو تھا خاک میں ملنا  
 چسکا جو زمیں پر تو نہ آنسو نظر آیا



باعثِ شہرت ہمارا عشق ہے  
 نام دنیا میں تمہارا ہو گیا  
 منظر تھے اک نگاہِ مست کے  
 پھر کہاں جم جب اشار ہو گیا



کوئی دنیا میں با وفا نکلا  
 یہ تمہاری زباں سے کیا نکلا  
 بُت کدہ کو دیکھ کر موتی عبرت  
 میرے منہ سے خدا خدا نکلا

## رولیف ب

بے اثر ٹھہریں دعائیں سب کی سب  
 عمر بھر کی وہ وفائیں سب کی سب  
 رہ نہ جاتے جسم میں کوئی بلا  
 کس نے روکا ان کو آئیں سب کی سب  
 داغ کب ہے کس کی رحمت سے اُمید  
 بخش دے گناہ خطائیں سب کی سب

## رولیف ت

شیریں ہے کس قدر مرے شیریں سخن کی بات  
اس کے دہن سے جبین لوں اس کے دہن کی بات  
تم نے کہا نہیں سب محفل بُرا مجھے  
چھپتی پھپھائے سے ہے کہیں نجس کی بات



بادشاہ کے بے وفا نہ کہو  
کیوں بدستے ہو ایسی پیاری بات  
ایک دن ہم نہ ہوں گے دنیا میں  
اُور رہ جائے گی ہماری بات

## رولیف ح

ایک جلوے سے تہے چلی ہے کیا  
روشنی بالائے بام اچھی طرح  
دیکھتے ارشاد کرتے ہیں وہ کیا  
سُن یا قندہ تم اچھی طرح

دل بہت کرنے پڑیں گے پامال  
 کیجئے مشقِ حسدِ ام ایسی طرح  
 داغِ دل بھی ہے عجب روشن چراغ  
 جل رہا ہے صبحِ دُشام ایسی طرح

## رولیف ل

جب تیرے دل سے اتر جاتا ہے دل  
 جیسے جی کھمبخت مر جاتا ہے دل  
 راہ میں کعبہ بھی بُت خاں بھی ہے  
 دیکھتے لے کر کدھر جاتا ہے دل  
 کس کی نبھتی ہے ہمیشہ رسم و راہ  
 چاروں میں داغ بھر جاتا ہے دل

## رولیف م

محبتِ برباد ہو گئے ہم  
 سولی چپڑے تو سو گئے ہم  
 کافر کہیں ہم کو یا مسلمان  
 اب ہو گئے جس کے ہو گئے ہم

جاگے تھے بہت شبِ ہمدانی  
جنت میں بھی جا کے سو گئے ہم  
اب روئے گا ہم کو اک زمانہ  
اگلوں کو جیساں میں رو گئے ہم



جس وقت آئے ہوش میں کچھ بے خودی سے ہم  
کرتے رہے خیال میں باتیں اسی سے ہم  
تا چار تم ہو دل سے تو مجبور جی سے ہم  
رکھتے ہو تم کسی سے جنت کسی سے ہم

## رولیف ن

دل کے گوشے میں دونوں پنہاں ہیں  
آرزو ہے کہیں تو یا بس کہیں  
قطرہ قطرہ پلائے اے ساقی  
اوس سے بھی ابھی ہے پیاس کہیں



- طور بے طور ہوتے جاتے ہیں  
 وہ تو کچھ اور ہوتے جاتے ہیں  
 اتنا بھی ہے شکایت گویا  
 وہ خفا اور ہوتے جاتے ہیں  
 یہ عنایت پہ عنایت ہے ستم  
 لطف بھی جو رہتے جاتے ہیں  
 اہل کلکتہ سے لائق فائق  
 اہل لاہور ہوتے جاتے ہیں



میں فیر کی نگاہ میں تم میرے دل میں ہو  
 میرا مکاں کہیں ہے تمہارا مکاں کہیں  
 جتنے تھے راہِ شوق کے ارمان ہٹ گئے  
 منزل کہیں ہے دل ہے کہیں ہکا بکا کہیں



ساقیاشنگی کی تاب نہیں  
 زہر دے دے اگر شرب نہیں



جس زمیں کُل کو دیکھتے ہیں  
 کون سا ذرہ آفتاب نہیں  
 روزِ مَرِتا ہوں روزِ جیتا ہوں  
 زندگی کا کوئی حساب نہیں



دھمکیاں وہ تو ہمیں روزِ جزا دیتے ہیں  
 ہم دُمانی تری یا بارِ خِدا دیتے ہیں  
 کبے والوں نے تو اسے داغِ ریاضافِ جوب  
 اہلِ بُت خانہ ہمیں دیکھے کیا دیتے ہیں

## رولف سی

طریقِ عشق میں سو بھاکے نشیب و فراز  
 وہ کیا چلے جو سہاڑے پر رہنما کے چلے  
 دکھاتی دی ہیں رامِ عدم جو تیرے ہونگار  
 ہم اپنی مشعلِ داغِ جگرِ جلا کے چلے



آئیں چہرے سے عیاں بزمِ طرب کے  
 متوڑے پتلے آتے ہو جاگے ہوئے شب کے  
 بے وب کسی پر کوئی عاشق نہیں ہوتا  
 ہم عالمِ اسباب میں قائل ہیں سبب کے



نہ تھی تاب اسے دل تو کیوں چاہ کی  
 بڑا تسیر مارا اگر آہ کی  
 وہی ایک ہے خاکِ دیرِ حرم  
 دل اس راہ کی لے کہ اس راہ کی  
 وہ پیغامِ رخصت کا منہ پھیر کر  
 وہ شریلی آنکھیں سرگاہ کی  
 نہیں بے سبب ان بتوں کا غرور  
 کچھ اس میں بھی ہکت ہے اللہ کی



صلح میں تھوڑا باقی رہ گئی  
 کچھ سرسبز باقی رہ گئی

جلوۂ دیدار نے بے خود کیا  
 حسرت دیدار باقی رہ گئی  
 بار بار اس نے صفائی ہم سے کی  
 کچھ غلش ہر بار باقی رہ گئی  
 مرحلے طے عشق کے اکثر ہوتے  
 منزل دشوار باقی رہ گئی  
 داغ کا دل ہو گیا دنیا سے سرد  
 گرمی اشعار باقی رہ گئی



کر چکے آہ سحر بھی نالا شب بیکر بھی  
 ہم نے دیکھا چوکتے یہ تیر بھی وہ تیر بھی  
 تو نے دیکھا کچھ تماشا دیکھ کر اپنی شبیر  
 مٹ گئی ہے تیری شوخی پر تری تصویر بھی



آگاہ ہوتے ہیں جو مرے زخم جگت  
 اب آنکھ چراتے ہیں وہ اپنی نظرت

میری نہ بھی پیاس تو جنھلا کے سب پر دم  
 ساقی نے سو کھینچ کے مارا مرے مرے سے  
 دیتا ہے وہی کانسرو دیں دار کو روزی  
 خالی نہیں پھر تا ہے کوئی اللہ کے گھر سے  
 بھولا نہ کہی مت افلا ملک عدم راہ  
 جاتا ہے ادھر ہی کو یہ آتا ہے جدھر سے  
 بُت خانے سے گو ہم کو برہمن نے نکالا  
 بُت بھی تو نکالے گئے اللہ کے گھر سے  
 اُس کے لبِ جہاں بخش و خطِ سبز کو دیکھو  
 باہم ہے ملاقات میما و خضرت سے



دُعاے وصلِ بیاں مانگتا ہوں کہے میں  
 خدا کے گھر میں کسی شے کی کیا کمی ہوگی  
 یہ مدعا دل بے مدعا سے ہے ہم کو  
 نہ دوستی کہی ہوگی نہ دشمنی ہوگی

